MARCH-2020 Rs. 25/-

رجب المرجب ۱۴۴۱ھ / مارچ ۲۰۲۰ء

- موجودہ ملکی حالات اور علما کا کردار
- احکام جنازہ
- اختلاف صحابہ اور ہمارا کردار
- ایمان، کفر اور تکفیر
- علم فلکیات اور امام احمد رضا
- عقیدے کا سفر اجمیر سے بریلی تک
- حضور تاج الشریعہ کی عربی شاعری
- شہریت ترمیمی قانون! پس منظر و پیش منظر
- احتجاجی تشدد پر دوہرا معیار
- حوا کی بیٹیوں نے پرچم ہند کو آنچل بنالیا
- ملفوظات تاج الشریعہ
- نبیل ملت اور شیر نیپال کا وصال! اہل سنت کا عظیم خسارہ

مُدیر

مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इशाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

WWW.MUFTIAKHTARRAZAKHAN.COM
وارثِ علوم اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ
نبیرۂ حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ جانشین مفتی اعظم ھند رحمۃ اللہ علیہ
جگر گوشۂ مفسر اعظم رحمۃ اللہ علیہ شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ
مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری رحمۃ اللہ علیہ
اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام
کی تصنیفات اور حیات و خدمات کے مطالعہ
کے لئے وزٹ کریں
www.muftiakhtarrazakhan.com
/muftiakhtarrazakhan1011/
/muftiakhtarraza
+92 334 3247192
تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

www.muftiakhtarrazakhan.com

اس شمارے میں

مشمولات

حق ہمیشہ سربلند رہتا ہے

از: محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی

موجودہ ملکی حالات اور علما کا کردار

اس وقت وطن عزیز حکومت کے ذریعہ پیدا کئے گئے جس سنگین بحران کا شکار ہے اس سے دنیا کا ہر تعمیری ذہنیت کا حامل فکر مند ہے، اخوت وبھائی چارگی کی فضا مکدر ہوکر رہ گئی ہے، ہر طرف خوف و ہراس کا ماحول ہے، ہر جانب امید وبیم اور کش مکش کا عالم ہے، ملکی دستور اپنی ناقدری پہ آنسو بہا رہا ہے، قوم نے جنھیں ملک کی تعمیر وترقی کی باگ ڈور سونپی تھی وہ نفرتوں کی تجارت میں مگن ہیں، وہ اپنی زہر افشانیوں سے قومی یکجہتی کو پارہ پارہ کرنے میں لگے ہوئے ہیں، وہ نفرت وعداوت کی کاشت کرنے کیلئے کسی بھی حد تک جانے کو تیار ہیں، ایسے مخدوش حالات میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو صرف علما پر طعن وتشنیع کے تیروں کی بوچھار کرنے میں مصروف ہیں جیسے موجودہ حالات کیلئے علما ہی ذمہ دار ہوں۔

ہر چھوٹی بڑی بات میں علما کو موردالزام ٹھہرانے کی یہ عجیب و غریب روایت گزشتہ چند سالوں سے نکل پڑی ہے، قوم وملت کے لئے یقیناً اس قبیح روایت کا چلن کسی مثبت نتیجے کا سبب نہیں، علما اگر سیاست میں دلچسپی لینے لگیں تو کسی سے یہ بھی برداشت نہیں ہوتا اور اگر سیاست سے دوری بنالیں تو ساری ناکامیوں کا ٹھکرا بھی انھیں کے سر پھوڑا جاتا ہے یعنی صورت حال چاہے جو بھی ہو "بلی کا بکرا" تو علما کو ہی بننا ہے، خیر جہاں تک CAA کے خلاف احتجاجی مظاہروں کا تعلق ہے، اس میں علما کی شمولیت نا کے برابر ہوئی جسے سب نے محسوس کیا، کسی نے اس چیز کو قوم کے لئے مثبت پہلو گردانا تو کسی نے اسے منفی قرار دیا، اس کیلئے ہر ایک کے پاس اپنی اپنی دلیل ہے، معروف صحافی جناب شکیل شمسی نے علما کے اس عمل کو مثبت قرار دیتے ہوئے لکھا:

"سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ تحریک شروع تو ہوئی مسلمانوں سے ناانصافی کئے جانے کے خلاف، مگر کسی ایک جگہ بھی اس تحریک نے فرقہ واریت کو اپنے درمیان آنے نہیں دیا، فسادیوں، مفسدوں، فسطائی طاقتوں اور فرقہ پرستوں نے پوری کوشش کی کہ کسی طرح سے اس تحریک کو کمزور کردیا جائے مگر جینس، ٹی شرٹ اور جیکٹ میں ملبوس نوجوانوں نے کرتہ پائجامہ اور شیروانی پہننے والے نوجوانوں کے ساتھ مل کر ایسی ایکتا دکھائی کہ فرقہ پرستی بے لباس ہوگئی، اس تحریک سے پہلے مسلمانوں کے حقوق کی بحالی کے لئے ہم نے جو بھی تحریکیں شروع ہوتے دیکھی تھیں ان میں علما یا ملی تنظیموں کی طرف سے نعرے دیئے جاتے تھے، پوسٹر لگائے جاتے تھے، مسلم اکثریتی علاقوں کی مساجد سے اعلان کیا جاتا تھا کہ فلاں دن فلاں جگہ پر آپ کو نکل کر اپنے حقوق کی بازیابی کے لئے آواز بلند کرنا ہوگی اور پرجوش مسلمانوں کے جتھے ٹوپیاں پہن کر نعرۂ تکبیر لگاتے ہوئے نکل پڑتے تھے، مگر اس بار ایسا کچھ بھی نہیں ہوا..........اس بار وہ کسی عالم دین کو اپنی رہنمائی کے لئے تلاش نہیں کررہے تھے، اس بار ان کی نگاہیں محراب ومنبر پر نہیں تھیں بلکہ وہ اپنے عزم کو اپنا رہنما بنا کر نکلے اور ان کے انسانی اور شہری حقوق کی حفاظت کے لئے غیر مسلم لڑکے اور لڑکیاں جس طرح ساتھ ہولئے اس کو دیکھ کر تمام فرقہ پرست طاقتیں دل مسوس کر رہ گئیں، شاید اسی کامیابی سے کھسیا کر سیکولر طلبا کی تحریک کو اب پولیس کے افسران ایک مسلم تنظیم کی سازش قرار دینے میں لگے ہیں جبکہ ایک عام انسان بھی جانتا ہے کہ عوام خود بخود سڑکوں پر نکلے، ان کو بھڑکانے والا کوئی نہیں تھا، دوسری طرف مسلمانوں کا ایک طبقہ اس بات کی شکایت کررہا ہے کہ علمائے کرام اس مہم میں شامل کیوں نہیں ہیں؟ شاید اس طبقے کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ علما اور مولویوں کے میدان میں نہ آنے کی وجہ سے ہی ابھی تک شہریت ترمیمی قانون کے نفاذ کے خلاف چل رہی تحریک پر فرقہ واریت کا کھیل شروع نہیں ہوسکا ہے، ہمیں لگتا ہے کہ جس دن علمائے کرام اور مولوی حضرات اسٹیج پر آجائیں گے اسی دن سادھو، سنت اور سنیاسی ان کے خلاف میدان میں اتار دیئے جائیں گے، اس بات کو سمجھنا ضروری ہے کہ فسطائی طاقتوں کی طرف سے اس بات کی پوری کوشش ہو رہی ہے کہ سی اے اے کے معاملے کو فرقہ پرستی کا روپ دیا جاسکے۔" [روزنامہ انقلاب]

معلوم ہوا کہ CAA, NRC یا NPR کے خلاف احتجاجی مظاہروں میں جو بلا اختلاف مذہب وملت ہندوستانیوں کی بھیڑ نظر آرہی ہے وہ علما کی قیادت کی صورت میں شاید ہی نظر آتی، اس لئے ہمیں ہر بات میں علما کی تنقید وتنقیص اور ان پر الزام عائد کرنے سے باز رہنا چاہئے، ہم میں سے ہر فرد کی اپنی ایک ذمہ داری ہے، اگر ہم اسے ذمہ داری سے نبھانے لگے تو یقیناً کامیابی ہماری ہوگی۔ ◆◆◆

اداریہ

ص ۵۷ کا بقیہ.......................................

کے عرس میں آنے والو! عرس میں آنا کمال نہیں ہے، بلکہ عرس سے صحیح پیغام لیکر جانا اور اس پر عمل کرنا کمال ہے، آپ نے فرمایا کہ سراجِ ملت پوری زندگی نبی کی محبت کا مشن چلاتے رہے، ان کی زندگی کا نصب العین جانِ ایمان کی محبت کو عام کرنا تھا، یہی وجہ تھی کہ وہ مصطفیٰ جانِ رحمت کے عاشق صادق امام احمد رضا کے مسلک کا علم بلند کرتے رہے۔ اس چیز نے ان کی محبت کو اہل ایمان کے دلوں میں پیوست کر دیا، حضور بادشاہ میاں نے فرمایا کہ اہل محبت کو چاہیئے کہ وہ سراجِ ملت کے مشن کو کامیاب بنانے کے لئے ان کے صاحبزادوں کا ہر موڑ پر ساتھ دیں اور کاندھے سے کاندھا ملا کر چلیں۔

دار العلوم فیضانِ مفتی اعظم کے مہتمم اور پرنسپل جانشین حضور سراجِ ملت مولانا سید محمد ہاشمی رضوی نے تمام علما و مشائخ و شرکا حضرات کا شکریہ ادا کیا اور حضور سراجِ ملت کے نمایاں اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ سراج ملت کی حیات کا سرمایہ مسلک اعلیٰ حضرت کا تحفظ اور اس کی اشاعت ہے، آپ نے کہا کہ حضور سراجِ ملت کا مجاہدانہ کردار ہمارے لیے ایک نمونہ ہے جسے ہمیشہ اور آج کے حالات میں خصوصی طور پر زندہ رکھنے کی ضرورت ہے، جانشین سراج ملت نے حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ مسلمان مسلمان بن جائیں تو کوئی ان کا بال بیکا نہیں کرسکتا آپ نے کہا کہ ہندوستانی مسلمان یہیں پیدا ہوا ہے اور یہیں مر کر دفن ہوگا، دنیا کی کوئی طاقت مسلمانوں کو ہندوستان سے الگ نہیں کرسکتی۔ سید صاحب نے سراجی تیور میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ایک NRC نہیں ۶۵ NRC جیسے غیر دستوری قانون لاؤ CAB کو اپنی طاقت کے بل پر CAA کرڈالو غریب نواز کے بھارت کا مسلمان اس ملک کو چھوڑ کر کہیں نہیں جائے گا، ہندوستان کا غیور مسلمان کسی پارٹی کے رحم و کرم پر نہیں، بلکہ غریب نواز کے فیضان کرم پر زندگی گزارتا ہے اور گزارتا رہے گا اس لیے مسلمان قطعاً ہراساں نہ ہوں، ہاں مسلمان بن کر دکھائیں تاکہ اسلام کی حقانیت روشن ہو اور ہماری نسلیں ہم پر فخر کرسکیں، شہزادۂ حضور سراجِ ملت حضرت سید جیلانی میاں، نواسۂ حضور مفتی اعظم حضرت علامہ انس رضا قادری (انس میاں) مہتمم جامعہ مظہر اسلام بریلی شریف، حضرت سید شعیب رضا (بریلی شریف) حضرت حافظ وقاری سید احمد رضا نورانی میاں، حضرت سید ابوالہاشم سبحانی میاں، حضرت سید اعجاز احمد مدنی میاں، الحاج صوفی محمد عیسیٰ نوری بابا (ماہم) مفتی غلام غوث رضوی (بلگرام) القلم فاؤنڈیشن پٹنہ کے بانی مفتی ڈاکٹر امجد رضا امجد، فاضل بغداد حضرت مولانا انیس عالم سیوانی جنرل سکریٹری امام احمد رضا فاؤنڈیشن، لکھنؤ، قاضی مہاراشٹر مفتی اشرف رضا قادری، مفتی محمود اختر القادری علامہ فرقان رضا رضوی (بریلی شریف) مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد رضوی ساحل (علیگ) اسیر حضور مفتی اعظم الحاج محمد سعید نوری (رضا اکیڈمی) حضرت حافظ عبد القادر (دار العلوم حنفیہ رضویہ) مولانا عبد الجبار ماہر القادری، مولانا فرید الزماں، مولانا امین القادری، حضرت مفتی مدثر رضوی (آگرہ) مولانا امان اللہ رضا نوری، قاری عبد الرحمٰن ضیائی، مولانا غلام ناصر رضوی (جامعہ کنز الایمان اندھیری) مولانا نظام الدین رضوی (بہار) مفتی مبشر رضا رضوی، مولانا مسعود احمد رضوی (الجامعۃ الرضویہ کلیان) مولانا جہانگیر اشرف (والدھونی کلیان) مولانا احمد رضا پرنسپل الجامعۃ الرضویہ کلیان، قاری شمشیر رضا رضوی (کلیان) قاری نیاز احمد رضوی، حافظ مجاہد رضا سراجی (ناظم اعلیٰ جامعہ قادریہ رضویہ پربھنی مہاراشٹر) حافظ محمد شکیل رضا سراجی (مدھوبنی) مولانا نصیر احمد سراجی (چھپرہ) مولانا برکت اللہ رضوی (گوپال گنج بہار) محمد نور محمد رضوی (شیموگہ) نقیب اہلسنّت جناب عدنان رضا اسمٰعیلی (لکھنو) قاری مشتاق احمد تیغی، مولانا غلام ربانی رضوی، مولانا عظیم الدین نوری سراجی، احسن الشعراء جناب ذیشان متھراوی (کلکتہ) حافظ حاجی حسان رضا کلکتوی، محترم عبد الرحمٰن جامی (لکھنؤ) عبد المصطفیٰ (ادونی) کے علاوہ ممبئی و مضافات کے علما و ائمہ اور دار العلوم فیضانِ مفتی اعظم کے تمام اساتذہ اور طلبا نے شرکت کی، اخیر میں صلوٰۃ وسلام و حضور بادشاہ میاں کی دعا پر تقریب کا اختتام ہوا۔

رپورٹ: اراکین دار العلوم مفتی اعظم، پھول گلی، ممبئی

تیسری قسط

از: مفتی محمد صابر القادری فیضی*

احکام جنازہ

مردے کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ سے متعلق ایک معلومات افزا سلسلہ

ہمارے یہاں آج بھی مردے کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ کے سلسلے میں بہت ساری غلطیاں اور جہالت کے رسم و رواج موجود ہیں، دیہی علاقے تو خاص کر بدعات و منکرات اور خرافات کے شکار ہیں، جبکہ کچھ شہری علاقے بھی مذکورہ برائیوں سے اچھوتے نہیں، ذیل میں ہم انھیں برائیوں کے تعلق سے ''احکام جنازہ'' کے عنوان سے ایک معلومات افزا سلسلہ شروع کر رہے ہیں جسے حضرت مفتی صابر القادری صاحب فیضی نے تحریر فرمایا، مطالعہ فرمائیے اور فائدہ اٹھایئے۔ [فاروقی]

جنازہ کو کندھا دینے کا طریقہ

مسئلہ: سنت یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے چاروں پایوں کو کندھا دے اور ہر بار دس دس قدم چلے اور پوری سنت یہ ہے کہ پہلے داہنے سرہانے کندھا دے پھر داہنی پائنتی پھر بائیں سرہانے پھر بائیں پائنتی اور دس دس قدم چلے تو کل چالیس قدم ہوئے۔

حدیث شریف میں ہے جو چالیس قدم جنازہ لے چلے اس کے چالیس کبیرہ گناہ مٹا دیئے جائیں گے، نیز حدیث میں ہے جو جنازے کے چاروں پایوں کو کندھا دے اللہ تعالیٰ اس کی حتمی مغفرت فرما دے گا۔ (الجواہرۃ النیرہ، کتاب الصلاۃ باب الجنائز، صفحہ ۱۳۹)

مسئلہ: جنازہ لے چلنے میں چارپائی کو ہاتھ سے پکڑ کر مونڈھے پر رکھے اسباب کی طرح گردن یا پیٹھ پر لادنا مکروہ ہے، ٹھیلے پر لادنے کا بھی یہی حکم ہے، چوپایہ پر جنازہ لادنا بھی مکروہ ہے۔ (ہندیہ)

مسئلہ: چھوٹا بچہ شیر خوار یا ابھی دودھ چھوڑا ہو یا اس سے کچھ بڑا ہو، اس کو اگر ایک شخص ہاتھ پر اُٹھا کر لے چلے تو حرج نہیں اور یکے بعد دیگرے لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے رہیں اور اگر کوئی شخص سواری پر ہو اور اتنے چھوٹے جنازہ کو ہاتھ پر لیے ہو جب بھی حرج نہیں اور اس سے بڑا مردہ ہو تو چارپائی پر لے جائیں۔ (ہندیہ، ص ۱۶۲)

مسئلہ: جنازہ متعدل تیزی سے لے جائیں مگر نہ اس طرح کہ میّت کو جھٹکا لگے اور ساتھ جانے والوں کے لیے افضل یہ ہے کہ جنازے سے پیچھے چلیں اور داہنے بائیں نہ چلیں اور اگر کوئی آگے چلے تو اُسے چاہئے کہ اتنی دور رہے کہ ساتھیوں میں شمار نہ کیا جائے اور سب کے سب آگے ہوں تو مکروہ ہے۔ (ایضاً)

عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانا ممنوع ہے

مسئلہ: عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانا، ناجائز و ممنوع ہے اور نوحہ کرنے والی ساتھ میں ہو تو اُسے سختی سے منع کیا جائے، اگر نہ مانے تو اس کی وجہ سے جنازہ کے ساتھ جانا نہ چھوڑا جائے کہ اس کے ناجائز فعل سے یہ کیوں سنت ترک کرے بلکہ دل سے اُسے بُرا جانے اور شریک ہو۔ (صغیری صفحہ ۲۹۳)

مسئلہ: جنازہ لے چلنے میں سرہانا آگے ہونا چاہئے اور جنازے کے ساتھ آگ لے جانے کی ممانعت ہے۔

مسئلہ: جنازے کے ساتھ چلنے والوں کو سکوت یعنی خاموشی کی حالت میں ہونا چاہئے موت اور احوال اور اہوال قبر کو پیش نظر رکھیں دنیا کی باتیں نہ کریں، نہ ہنسیں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو جنازہ کے ساتھ ہنستے دیکھا فرمایا تو جنازہ میں ہنستا ہے تجھ سے کبھی کلام نہ کرونگا، ورنہ ذکر کرنا چاہیں تو دل میں کریں اور بلحاظ زمانہ اب علماء نے ذکر جہر کی بھی اجازت دی ہے۔ (صغیری، صفحہ ۲۹۲)

معلوم ہوا کہ جنازے کے ساتھ یا قبرستان میں دنیاوی گفتگو کرنا ناجائز و ممنوع ہے اور چپ رہنا یعنی خاموشی لازم ہے۔

مسئلہ: جنازہ جب تک رکھا نہ جائے بیٹھنا مکروہ ہے اور رکھنے کے بعد بے ضرورت کھڑا نہ رہے اور اگر لوگ بیٹھے ہوں اور نماز کے لیے وہاں جنازہ لایا گیا تو جب تک رکھا نہ جائے کھڑے نہ

ہوں، یوں ہی اگر کسی جگہ بیٹھے ہوں اور وہاں سے جنازہ گزرا تو کھڑا ہونا ضروری نہیں ہاں جو شخص ساتھ جانا چاہتا ہے وہ اُٹھے اور جائے، جب جنازہ رکھا جائے تو یوں نہ رکھیں کہ قبلہ کو پاؤں یا سر بلکہ آڑ رکھیں کہ داہنی کروٹ قبلہ کو ہو۔

جنازہ اُٹھانے پر اُجرت لینا دینا جائز ہے جب کہ اور اُٹھانے والے موجود ہوں۔ (ایضاً)

مگر جو ثواب جنازہ لے چلنے پر حدیث میں بیان ہوا اُسے نہ ملے گا کہ اس نے تو بدلہ لے لیا۔

مسئلہ: میّت اگر پڑوسی یا رشتہ دار یا کوئی نیک شخص کا ہو تو اس کے جنازے کے ساتھ جانا نفل نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

مسئلہ: جو شخص جنازے کے ساتھ ہو اُسے بغیر نماز پڑھے واپس نہ ہونا چاہئے اور نماز کے بعد اولیائے میّت سے اجازت لے کر واپس ہوسکتا ہے اور دفن کے بعد اولیاء سے اجازت کی ضرورت نہیں۔ (ہندیہ، صفحہ ۱۶۵)

مسئلہ: قبر میں اترنے والے دو تین جو مناسب ہوں، تعداد اس میں خاص نہیں اور بہتر یہ کہ قوی و نیک و امین ہوں کہ کوئی بات نہ مناسب دیکھیں تو لوگوں پر ظاہر نہ کریں۔ (الفتاویٰ الہندیہ، صفحہ ۱۶۶)

مسئلہ: میّت کو قبر میں رکھتے وقت یہ دعاء پڑھیں بِسمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُولِ اللّٰہِ اور ایک روایت میں بِسمِ اللّٰہِ کے بعد وَفِی سَبِیلِ اللّٰہِ بھی آیا ہے۔ (تنویر الابصار ورد المختار صفحہ ۱۶۹)

مسئلہ: عورت کا جنازہ ہو تو قبر میں اتارنے سے تختہ لگانے تک قبر کو کپڑے وغیرہ سے چھپائے رکھیں مرد کی قبر کو دفن کرتے وقت نہ چھپائیں البتہ اگر بارش وغیرہ کوئی عذر ہو تو چھپانا جائز ہے۔

مٹی دینے کا طریقہ

تختے لگانے کے بعد مٹی دی جائے، مستحب یہ ہے کہ سرہانے کی طرف دونوں ہاتھوں سے تین بار مٹی ڈالیں، پہلی بار کہیں، مِنهَا خَلَقنٰکُم دوسری بار وَفِیهَا نُعِیدُکُم تیسری بار وَمِنهَا نُخرِجُکُم تَارَۃً اُخریٰ۔

مسئلہ: شجرہ یا عہد نامہ قبر میں رکھنا جائز ہے اور بہتر یہ ہے کہ میّت کے منھ کے سامنے قبلہ کی جانب طاق کھود کر اس میں رکھیں، بلکہ دُرِّ مختار میں کفن پر عہد نامہ لکھنے کو جائز کہا ہے، اور فرمایا کہ اس سے مغفرت کی امید ہے اور میّت کے سینہ اور پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا جائز ہے، ایک شخص نے اس کی وصیت کی تھی انتقال کے بعد سینہ اور پیشانی پر بسم اللہ شریف لکھ دی گئی، پھر کسی نے انھیں خواب میں دیکھا حال پوچھا، کہا جب میں قبر میں رکھا گیا عذاب کے فرشتے آئے، فرشتوں نے جب پیشانی پر بسم اللہ شریف دیکھی، کہا تو عذاب سے بچ گیا۔

(الدر المختار، صفحہ ۱۷۰)

یوں بھی ہوسکتا ہے کہ پیشانی پر بسم اللہ شریف لکھیں اور سینہ پر کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھے، ہاں نہلانے کے بعد کفن پہنانے سے پیشتر کلمہ کی انگلی سے لکھیں روشنائی سے نہ لکھیں۔ (ایضاً صفحہ ۱۸۶)

نماز جنازہ کی فضیلت

نماز جنازہ مسلمان کا حق اور فرض کفایہ ہے، آبادی کا ایک آدمی بھی اگر میّت پر نماز پڑھ لے تو فرض ادا ہو جائے گا اگر کسی نے بھی نہ پڑھی اور یونہی دفن کر دیا تو اس آبادی کے سب لوگ گنہگار ہوں گے۔

احادیث کریمہ میں نماز جنازہ کی عظیم فضیلت ارشاد ہوئی ہے کہ مسلمان کسی مؤمن کی نماز جنازہ پڑھیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی اور ان کی شفاعت اس کے حق میں قبول ہوگی اور پہاڑ کے برابر ثواب ملے گا۔

حدیث: جس مسلمان کے جنازے پر چالیس مسلمان نماز میں کھڑے ہوں اللہ تعالیٰ اس کے حق میں ان کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ (مسلم ابوداؤد، ابن ماجہ)

حدیث: جس میّت پر سو مسلمان نماز جنازہ میں شفیع ہوں ان کی شفاعت ان کے حق میں قبول ہوگی۔ (مسلم، نسائی، مسند احمد)

ما لک شفاعت صرف حضور شفیع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور جو کوئی شفاعت کرے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت سے کریگا۔

حدیث: جس مسلمان کے جنازے پر مسلمانوں کا ایک گروہ جو

کہ تین صف کی مقدار کو پہنچتا ہو،نماز پڑھے، اس کی مغفرت ہوجائے۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

حدیث: جس پر سو مسلمان نماز پڑھیں بخشا جائے گا۔ (ابن ماجہ)

حدیث: جس مردے پر مسلمانوں کا ایک گروہ نماز پڑھے اُن کی شفاعت ان کے حق میں قبول ہو۔ (نسائی)

حدیث: جس مسلمان پر سو آدمی نماز پڑھیں اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے گا۔ (طبرانی کبیر)

شریعت مطہرہ انسانوں کے لیے پیغام رحمت ہے اس نے صرف فرضیت کفایہ پر اکتفانہ فرمایا بلکہ نماز جنازہ میں نمازیوں کے لیے عظیم واعظم افضال الٰہیہ کے وعدے دئے کہ لوگ اگر نفع میّت کے خیال سے جمع نہ ہوں گے اپنے فائدے کے لیے دوڑیں گے، اس مطلب کی چند احادیث کریمہ یہ ہیں۔

حدیث: جو نماز ہونے تک جنازہ میں حاضر رہے، اس کے لیے ایک دانگ ثواب ہے اور دفن تک حاضر رہے تو دو دانگ جیسے دو بڑے پہاڑ ان میں کا چھوٹا کوہ اُحد کے برابر۔ (صحاح ستہ)

حدیث: جو شخص کسی جنازہ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ دفن ہو چکے، اس کے لیے تین قیراط اجر لکھا جائے، ہر قیراط کوہِ اُحد سے بڑا ہوگا۔ (طبرانی اوسط)

حدیث: جو کسی جنازہ میں اہل جنازہ کے پاس تک جائے اس کے لیے ایک قیراط ہے پھر اگر جنازہ کے ساتھ تک چلے تو ایک قیراط اور ملے اور نماز پر تیسرا اور دفن پر انتظار تک چوتھا قیراط پائے۔ (بزار)

حدیث: جو کسی میّت کو نہلائے، کفن پہنائے، خوشبو لگائے، جنازہ اُٹھائے نماز پڑھے اور جو ناقص نظر آئے اسے چھپائے، وہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہوجائے جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ (ابن ماجہ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ /صفحہ ۴۴، ۵۰، ۵۱)

نماز جنازہ پڑھنے والے مؤمنین کے لیے اوّلین تحفہ

نماز جنازہ مومنوں کا پہلا تحفہ ہے اس کی برکت یہ ہے کہ نماز پڑھنے والوں کی مغفرت ہوجاتی ہے۔

حدیث: حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مومنوں کا پہلا تحفہ یہ ہے کہ اس کی مغفرت ہوجاتی ہے جس نے میّت پر نماز پڑھی۔ (نوادر الاصول)

حدیث: مؤمن کا پہلا تحفہ یہ ہے کہ جب مردے کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس پر نماز پڑھنے والوں کی مغفرت ہوجاتی ہے۔ (دار قطنی)

حدیث: اس کی موت کے بعد مسلمانوں کا سب سے پہلا بدلہ یہ ہے کہ جو لوگ اس کے جنازے کے پیچھے چلیں گے ان سب کی بخشش ہوجاتی ہے۔ (شعب الایمان)

حدیث: مسلمان کا پہلا تحفہ یہ ہے کہ جو اس کے جنازے میں نکلے اس کی مغفرت ہوجاتی ہے۔ (خطیب)

حدیث: جب کوئی جنتی شخص مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اُٹھانے والے اس کے پیچھے چلنے والے اور اس پر نماز پڑھنے والوں کو عذاب دینے سے حیا فرماتا ہے۔ (مسند الفردوس)

حدیث: مؤمن کو جو سب سے پہلی بشارت دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اُسے اس کی مرضی سے ولی اللہ بشیر کہا جاتا ہے اور جنت اس کا خیر مقدم اور استقبال کرتی ہے۔

مسئلہ: نماز جنازہ میں دو رُکن ہیں چار بار اللہ اکبر کہنا اور قیام، بغیر عذر بیٹھ کر یا سواری پر نماز جنازہ پڑھی تو نماز نہ ہوئی اور اگر ولی یا امام بیمار تھا اس نے بیٹھ کر پڑھائی اور مقتدیوں نے کھڑے ہوکر پڑھی، تو ہوگئی۔ (درمختار، ردالمختار)

مسئلہ: نماز جنازہ میں تین چیزیں سنّت مؤکدہ ہیں اللہ عزوجل کی حمد وثنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود، میّت کے لیے دعا۔

نماز جنازہ کا طریقہ

نماز جنازہ کا طریقہ یہ ہے کہ کان تک ہاتھ اُٹھا کر اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ نیچے لائے اور ناف کے نیچے حسب دستور باندھ لے اور ثنا پڑھے یعنی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَاءُكَ وَلَآاِلٰهَ غَيْرُكَ پھر بغیر ہاتھ اٹھائے ہوئے اللہ اکبر کہے اور درود شریف پڑھے بہتر وہ درود ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور اگر کوئی دوسرا پڑھا جب بھی حرج نہیں پھر اللہ اکبر کہہ کر اپنے اور میّت اور تمام مؤمنین ومؤمنات کے لیے دعا کرے اور بہتر یہ ہے کہ وہ دعا پڑھے جو احادیث میں

وارد ہیں اور ماثور دعائیں جو اچھی طرح نہ پڑھ سکے تو جو دعا چاہے پڑھے مگر وہ دعا ایسی ہو کہ امور آخرت سے متعلق ہو۔ (جوہرہ وغیرہ)

جنازے کی ماثور دعا ایک یہ ہے: اَللّٰھُمَّ اغفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیرِنَا وَکَبِیرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَن اَحیَیتَہ مِنَّا فَاَحیِہٖ عَلَی الاِسلَامِ وَمَن تَوَفَّیتَہ مِنَّا فَتَوَفَّہ عَلَی الاِیمَانِ۔

مسئلہ: میّت مجنون یا نابالغ ہو تو تیسری تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ اجعَلہُ لَنَا فَرطًاوّ اجعَلہُ لَنَا اَجرًا وَّ ذُخرًاوَّجعَلہُ لَنَا شَافِعًاوّ مُشَفَّعًا۔ اور لڑکی ہو تو اَجعَلھَا اور شَافِعَۃً وَّمُشَفَّعَۃً پڑھے۔ (جوہرہ نیرہ)

توضیح: مجنون سے مراد وہ مجنون ہے کہ بالغ ہونے سے پہلے مجنون ہو کہ وہ مکلف ہی نہ ہوا، اور اگر جنون عارض ہے تو اس کی مغفرت کی دعا کی جائے جیسے اوروں کے لیے کی جاتی ہے کہ جنون سے پہلے تو وہ مکلف تھا اور جنون کے پیشتر کے گناہ جنون سے جاتے نہ رہے۔ (غنیہ)

مسئلہ: چوتھی تکبیر کے بعد بغیر کوئی دعا پڑھے ہاتھ کھول کر سلام پھیر دے۔ (بہار شریعت حصّہ چہارم)

تین صف کی فضیلت

جس کی نماز جنازہ میں لوگ تین صف ہوں اس کیلئے امید مغفرت ہے اس میں تین صف کی بڑی اہمیت ہے، حدیث میں ہے جس پر تین صفیں نماز پڑھیں اس کیلئے جنّت واجب ہوگئی۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی صرف سات آدمی تھے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلی صف تین آدمیوں کی کی، دوسری دو کی اور تیسری صف ایک شخص کی۔ (مسند امام اعظم، فتاویٰ رضویہ جلد ۴، صفحہ ۷۸)

اس سے ثابت اور معلوم ہوا کہ تیسری صف میں اگر تنہا ایک ہی شخص کی ہو تو کوئی قباحت نہیں ہے، حدیث میں ہے کہ تنہا عورت ایک صف ہوتی ہے، یہ حکم دنیا میں تو ہے ہی آخرت میں بھی جب فرشتوں کی صفیں ہوں گی تو ایک فرشتہ کی تنہا ایک صف ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جس دن کھڑے ہوں گے روح اور ملائکہ صف ہو کر۔ (سورۃ النساء، آیت ۳۸)

اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ روح آسمان ہفتم میں ہے وہ آسمانوں اور پہاڑوں اور سب فرشتوں سے اعظم ہے وہ روزانہ بارہ ہزار تسبیحیں کرتا ہے، اللہ رب العزت ہر تسبیح سے ایک فرشتہ بناتا ہے یہ روح روز قیامت اکیلا ایک صف ہوگا۔ (تفسیر ابن جریر)

دوسری روایت میں ہے روح ایک فرشتہ ہے، اللہ تعالیٰ نے کوئی مخلوق جسم میں اس سے بڑی نہ بنائی، جب قیامت کا دن ہوگا وہ اکیلا ایک صف ہو کر کھڑا ہوگا، اور تمام فرشتے مل کر ایک صف تو اس کی جسامت ان سب کے برابر ہوگی۔ (معالم التنزیل)

صلاۃ مطلقہ یعنی رکوع و سجود والی نماز میں سب سے افضل صف اوّل ہے اور نماز جنازہ میں سب سے افضل صف اخیر ہے صلاۃ مطلقہ میں جب تک پہلی صف پوری نہ ہو جائے دوسری صف ہرگز نہ کی جائے گی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴، صفحہ ۸۰)

دفن کے بعد نماز جنازہ

دفن سے پہلے اگر کسی میّت پر نماز جنازہ نہیں ہوئی تو دفن کے بعد پڑھی جائے گی کتنے دن تک پڑھی جائے گی؟

اس مسئلہ سے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جب تک میّت کا بدن سالم ہونے کا گمان ہو تب تک پڑھی جائے گی اور یہ معاملہ اختلاف موسم، زمین کے حال اور میّت کے حال سے، جلدی و دیر میں مختلف ہو جاتا ہے۔

جاری.........

ص ۵۸ / کا بقیہ..

بے گماں شمع نبوت کے ہیں آئینہ چار
یعنی عثمان و عمر حیدر و اکبر صدیق

سارے اصحابِ نبی تارے ہیں اُمّت کیلئے
ان ستاروں میں بنے مہر منور صدیق

ثانی اثنین ہیں بو بکر خدا میرا گواہ
حق مقدم کرے پھر کیوں ہو مؤخّر صدیق

زیست میں موت میں اور قبر میں ثانی ہی رہے
ثانی اثنین کے اس طرح ہیں مظہر صدیق

وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ کے ہیں یہ فرد کامل
حشر تک پائے نبی پر ہیں دھرے سر صدیق
ان کے مدّاح نبی ان کا ثنا گو اللہ
حق ابو الفضل کہے اور پیمبر صدیق
بال بچوں کے لئے گھر میں خدا کو چھوڑیں
مصطفٰی پر کریں گھر بار نچھاور صدیق
ایک گھر بار تو کیا غار میں جاں بھی دے دیں
سانپ ڈستا رہے لیکن نہ ہوں مضطر صدیق
کہیں گرتوں کو سنبھالیں کہیں روٹھوں کو منائیں
کھودیں الحاد کی جڑ بعد پیمبر صدیق
علم میں زہد میں بے شبہ تو سب سے بڑھ کر
کہ امامت سے تری کھل گئے جوہر صدیق
اس امامت سے کھلا تم ہو امام اکبر
تھی یہی رمز نبی کہتے ہیں حیدر صدیق
تو ہے آزاد سقر سے ترے بندے آزاد
ہے یہ سالکؔ بھی ترا بندۂ بے زر صدیق

ص ۵۶ رکا بقیہ.............................

ص ۵۶ رکا بقیہ

گم ہوجاتا۔

نبی کے عشق رضا کی ولا میں مستغرق
مریض بادۂ وحدت مرے مفتی شبیر

اختتام محفل پر نعت خوانوں کو انعام عطا فرماتے، کلمات پند وموعظت سے نوازتے، دعائیں دیتے اور کبھی کبھی امام اہل سنت کے اشعار کے معانی ومطالب بیان فرماتے۔

حضرت حافظ وقاری مولانا حیدر علی صاحب ساکن روناہی مقیم حال کلکتہ اور ان کے والد ماجد حاجی احمد علی صاحب مرحوم امام العلما سے کمال اکرام واعزاز کا معاملہ رکھتے مولانا حیدر علی صاحب جب کبھی کلکتہ سے روناہی آتے اور حضرت کی بارگاہ میں حاضری دیتے تو حضرت ''کلام رضا'' سنانے کا حکم فرماتے پھر وہ اپنے مخصوص لب ولہجہ میں نغمہ سنجی سے اہل مجلس کو شاد کام کرتے مولانا موصوف اکثر نعت پاک ''رخ دن ہے یا مہر سما یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں'' پڑھتے اور داد وتحسین سے نوازے جاتے۔

یہ وہ احوال وکوائف ہیں جن کا مشاہدہ میں نے اپنے دور طالب علمی میں کیا ہے مگر یہی کچھ حالات مجھ سے پیشتر اور بعد کے دور میں بھی رہے ہیں چنانچہ خطیب اہلسنت فاضل محترم حضرت علامہ محمد کمال اختر قادری صاحب شیخ الادب دار العلوم نور الحق چرہ محمد پور فیض آباد نے بیان فرمایا کہ میرے زمانہ طالب علمی میں بھی امام العلما کا یہی معمول تھا جمعرات کو بعد نماز عشا حضور والا کی درسگاہ میں محفل نعت سجتی میرے رفیق دیرینہ مولانا اختر حسین قادری کلکتوی صدر المدرسین دار العلوم بحر العلوم قصبہ سدھور ضلع بارہ بنکی مولانا عبد الحفیظ دیوریاوی مولانا محمد نصیر الدین بارہ بنکوی یکے بعد دیگرے کلام اعلیٰ حضرت سے سامعین کی مشام ایمان کو مشکبار کرتے اور خود میں بھی شریک بزم ہوکر انعام حاصل کرتا۔

غرضیکہ امام العلما کا دل ودماغ، قلب وجگر، ہوش وخرد سب نثار اعلیٰ حضرت تھا ہر سانس سے محبت رضا کی خوشبو پھوٹتی اور رگوں میں عقیدت رضا خون بن کر دوڑتی تھی۔ ع

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے

ایک میں ہی نہیں جامعہ اسلامیہ کے جملہ ابنائے قدیم و جدید بلکہ پوری جماعت اہل سنت اس حقیقت پر متفق ہے کہ امام العلما حضور مفتی شبیر حسن رضوی علیہ الرحمہ مرکز اہل سنت بریلی شریف کے ان با اخلاص اور وفا شعار سپہ سالاروں میں تھے جن کی نظیر اب اگر نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہرباری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

ص ۴۸ رکا بقیہ.............................

ہوتا ہے اور ہوتا رہے گا، ہمت رکھیں مایوس نہ ہوں، اپنے بچوں، فیملی اور پاس پڑوس کو بھی ساتھ لیں، ان شاء اللہ نیا سویرا ضرور آئے گا، ظالم کبھی فلاح نہیں پاتا قرآنی مفہوم، اللہ رب العزت ظالموں کی پکڑ کی قدرت رکھتا ہے ضرور پکڑ فرمائے گا۔

آئے گی ایک دن موت، یہ جان لے
ہاں، ابھی وقت ہے! خود کو پہچان لے

از: مفتی محمد ساجد احمد رضوی*

اختلاف صحابہ اور ہمارا کردار

تفصیل میں جانے سے قبل آئیے پہلے یہ جانتے اور سمجھتے ہیں کہ ''صحابی'' کسے کہتے ہیں؟ اس کا مقام و مرتبہ کیا ہوتا ہے؟ اور ایک عام مسلمان کو اس کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہئے۔

صحابی

اس بات کو بآسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ ہر وہ شخص جس نے سرکار دو عالم ﷺ کو آپ کی حیاتِ ظاہری میں ایمان کی حالت میں آپ سے ملاقات کی ہو اور ایمان ہی کی حالت میں وفات پائی وہ صحابی ہے۔

خلوص صحابہ

یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اعلان نبوت فرمائی تو تمام عزیز و اقارب اور دیگر اہل مکہ آپ کے مخالف ہو گئے اور مسلسل تبلیغ و اظہار معجزات کے باوجود چھ سال کی طویل مدت میں مسلمانوں کی چالیس بھی نہ پہنچ سکی۔

۶؍سال کے بعد مسلمانوں کی جمعیت میں جب قدرے اضافہ ہوا تو علی الاعلان دعوت اسلام عام کی جانے لگی جس کی وجہ سے کفار و مشرکین نے مسلمانوں کو طرح طرح کی تکالیف پہنچانا شروع کیا۔ بالآخر آپ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے اور وہاں چند ہی عرصہ میں اسلام نے اس قدر ترقی کہ مسلمانوں کی تعداد لاکھ سے تجاوز کر گئی اور فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اس مقام پر ایک بات قابل غور ہے کہ جن نفوس قدسیہ نے ابتداے اسلام میں اسلام قبول کیا اور اس کی محافظت میں سخت ترین تکالیف و مصائب کا سامنا کیا، ان کے اس قبول اسلام کا سبب کیا تھا؟ رضاے الٰہی یا حصول منفعت دنیا؟ ثانی تو بداہۃً باطل ہے کیوں کہ یہ بات کس کو معلوم تھی کہ آگے چل کر محمد عربی ﷺ کا مشن اتنی عظیم الشان کامیابی حاصل کرے گا، قیصر و کسریٰ کے تاج ان کے قدموں میں ہوں گے۔ اب امر اول از خود ثابت ہوتا ہے کہ ان کا مقصد فقط رضائے رب العلمین تھی جس کی خاطر جتنی بھی اذیتیں اٹھا سکتے تھے اٹھائیں۔ یہ عالم تو عامہ صحابہ کا خلوص و استقامت فی الدین اور ثابت قدمی کا ثبوت تو اخص صحابہ کا عالم کیا ہوگا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

سب صحابہ کی حرمت

بھلا اس خاکدان گیتی پر کون ہوگا جو سب و شتم کو اچھا جانتا ہو، خوبصورت زیور تصور کرتا ہو سوائے اس کے کہ لوگ برا ہی جانتے ہوں اب رہا اصحاب النبی ﷺ کے تقدسات کو پامال کرنے کی، ان کی عظمت سے کھیلنے کو اپنا معیار سمجھنے کی، سب وشتم کرنے کی، تو سنو! آپ اگر مسلمان ہیں تو آپ کے لیے نظام اسلام کے ذریعہ دیے گیے جو ضابطے اور قوانین ہیں انہیں تسلیم کرنا پڑے گا، جب کسی مسئلہ میں آپ کو صحیح اور غلط کی تمیز از روئے شرع نہ ہو سکے تو پوچھو ان سے جو مسلک و مذہب کی ضمانت ہیں۔ دل کی تختی پر مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کا فرمان عالی شان حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''لا تسبو اصحابی، لا تسبو اصحابی'' (۱) ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں ''من سب اصحابی فعلیه لعنة الله والملٰیکة و الناس اجمعین لا یقبل منه صرف و لا عدلٌ۔'' (۲) اب اس حوالے سے فقہائے اسلام کا حکم سنیے!

محرر مذہب شافعیہ امام نوی لکھتے ہیں ''اعلم ان سب الصحابة حرامٌ من فواحش المحرمات ملابس الفتن منهم'' وغیرہ۔ (۳) ''لا یحل لاحدٍ ان یسب احداً من

الصحابة جميعهم الصغار منهم و الكبار من شهد منهم الوقائع و من لم يشهد۔ المتقدم منهم او المتأخر۔ كلهم سواء فی عدم جواز التعرض لی جنابهم او التنقص"(۴) امام شثانی فرماتے ہیں "من قال انه كانو علی الدلالت و كفر فانه يقتل "(۵) امام سحنون فرماتے ہیں "فيمن قال ذلک فی الخلفاء الاربعة و يكل فی غيرهم و عنه ايضاً انه يقتل فی الجميع كقول ملک" (٦) امام خطابی بیان فرماتے ہیں "و ان من سب بغير ذالک فان سبهم بما يوجب الحد كالقذف حد للقذف ثم ينكل التنكل الشديد بالاهانة وطول السجن" (۷) فتاویٰ ہندیہ میں "الرافضی اذا كان به الشخين و يلعنهما و العياذ بالله فهو كافر"(۸)۔

ان تمام نصوص مذاہب اربعہ سے جمہور فقہائے احناف و مالکیہ کے مذہب "سب صحابہ کی تکفیر کی جائے گی" کی تائید و توثیق ہوتی ہے۔

فضائل مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کریم

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب میں بہت سی احادیث طیبہ منورہ کا ورود بزبان محمد عربی ﷺ منقول ہے جس سے اختصارا چند نصوص آپ کی طبع ناز کو پیش خدمت ہے۔

١ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کیا آیت مقدسہ مطہرہ "الذين ينفقون اموالهم بالليل و النهار سواء علانية" حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق نازل ہوئی۔

٢ حضرت زر بن جیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تم سے محبت صرف مومن کرے گا اور بغض منافق کرے گا۔

٣ حضرت ام عطبہ رضی المولیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ طائف کے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی سے کافی دیر تک سرگوشی فرمائی اور فرمایا کہ میں نے علی سے سرگوشی میں کلام نہیں کیا یہ اللہ نے کلام کیا تھا۔

۴ حضرت عمران بن حصین بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی مجھ سے اور میں علی سے، وہ میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے۔

۵ حضرت عبدالرحمن بن ابی یعلی نے روایت فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کا میں مولیٰ اس کا علی مولیٰ۔

٦ مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، اے اللہ اس سے محبت کر جو علی سے محبت کرے اور اس سے نفرت فرما جو علی سے بغض رکھے۔

۷ ابن ظالم کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمر بن نفیل کے آ کر کہا کہ میں جتنی محبت علی سے کرتا ہوں کسی اور سے اتنی محبت نہیں انہوں نے کہا تم ایک جنتی شخص سے محبت کرتے ہو۔

۸ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت کی بشارت دی۔

۹ حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔ حضرت علی نے آ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ نے مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔

١٠ حضرت علی بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حسنین کریمین کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے محبت اور ان کے ماں اور باپ سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔ (۹)

فضائل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

١ حضرت عبدالرحمن بیان فرماتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: "اے اللہ! ان کو ہدایت دے"۔

٢ حضرت امام ابن سعد روات کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ کے بارے میں دعا فرمائی "اے اللہ اس کو کتاب کا علم عطا کر، اس کو شہروں پر فتح یاب

اسلامیات

فرمااوراس کوعذاب سے بچا۔

۳ مروی ہے اسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معاویہ کبھی مغلوب نہیں ہوگا۔

۴ حضرت عبداللہ بن عباس بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرئیل آئے اور کہا اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! معاویہ کوسلام کہیں اور ان کے ساتھ خیر خواہی کریں کیونکہ وہ اللہ کی کتاب اور اسکی وحی پر امین ہے۔

۵ مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ کو بایں الفاظ ''اللہ تم کو اپنے نبی کی طرف سے جزائے خیر دے''، ''اے اللہ اس کو ہدایت دے، برے کاموں سے دور رکھ اور اس کی اگلی اور پچھلی باتوں کی مغفرت فرما''۔

۶ حضرت عرباض بن ساریہ کہتے ہیں کہ حضرت واثلہ اسقع سے مروی ہے کہ امین ۳؍ہیں۔۱۔جبرئیل۔۲۔''سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' اور ۳۔معاویہ۔

۷ حضرت عبداللہ بن بسر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میرے لیے معاویہ بلاو! ان کو بلایا گیا جب ان کے سامنے کھڑے ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اپنے معاملات ان (حضرت امیر معاویہ) پر پیش کرو! اور اس کو اپنے معاملات پر گواہ بناؤ کیونکہ یہ قوی اور امین ہے۔

۸ حضرت معاویہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے بعد میری امت پر حکمراں ہوگے جب وہ وقت آئے تو ان میں نیکوں کو قبول کرنا اور بروں کو درگزر کرنا۔

۹ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ صفین سے واپسی کے بعد فرمایا کہ معاویہ کی حکومت کو پسند نہ کرو!(۱۰)

خلاصہ

ان تمام نصوص سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہادی، مہدی، اور سبب ہدایت، عالم کتاب و حساب، کاتب وحی، غالب وفاتح ومحارب امصار، محفوظ عن الخطا الذی اخذ بہ، محفوظ از عذاب، منصف، فارق بین الحق والباطل، حاکم اسلام، امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین جیسے عہدہ مبارک اور اوصاف حمیدہ طاہرہ ومطہرہ سے متصف تھے۔

حضرت علی وحضرت امیر معاویہ کے درمیان تعلقات

امام ابن عساکر روایت نقل فرماتے ہیں: ''**افی علی تقولین...فکان کاسد الحاذر، والربیع النائر و الفرات الذاخر و القمر الظاھر، فاما الاسد فاشبہ علی منہ صرامتہ و مضاۂ واما الربیع فاشبہ علی منہ حسنہ و بھائہ، واما الفرأت فاشبہ علی منہ طیبہ و سخائہ، فما تعظمطت علیہ فما قم العرب الشاذۃ ...وعلی من ھامات قریش ذواتبھا و سنام قائم علیہ و علی علامتھا فی شامخ**''(۱۱)

اس رویت کی تنقیح کرتے ہوئے علامہ عبدالقادر بدایونی علیہ الرحمہ رقمطراز ہوتے ہیں ''حضرت عقیل کے بھائی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے قریبی ساتھی تھے اور دوسری طرف زیاد بن ابی سفیان حضرت علی کے قریبی تھے اور آپ نے انہیں ایران وخراسان کا گورنر مقرر کر رکھا تھا۔ایک بار حضرت معاویہ کے پاس آپ بیٹھے تھے تو حضرت معاویہ نے جی کھول کر حضرت علی کی تعریف کی اور انہیں بہادری اور چستی میں شیر، خوبصورتی میں موسم بہار جودوسخا میں دریائے فرات سے تشبیہ دی اوپر کہا اے عقیل میں علی بن ابی طالب کے بارے میں کیسے نہ کہوں۔علی قریش کے سرداروں میں سے ایک ہیں اور وہ سبزہ ہیں جس پر قریش قائم ہیں علی میں بڑائی کے تمام علامات بدرجۂ اتم موجود ہیں''۔(۱۲)

ٹھیک اسی طرح حضرت علی کا بیان سنئے!

مصنف ابن ابی شیبہ فرماتے ہیں کہ ''جنگ صفین کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگوں آپ امیر معاویہ کی گورنری کو ناپسند نہ کرنا! اگر آپ نے انہیں خودیا تو آپ دیکھو گے کہ سر اپنے شانوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے جیسے حنظل کا پھل اپنے درخت سے ٹوٹ ٹوٹ کر گرتا ہے''۔(۱۳)

مذکورہ دونوں نصوص کو بار بار پڑھیئے اور ان دونوں نفوس

قدسیہ کے درمیان حسن ظن و باہمی تعلقات کے سنگم کا حسین نظارہ اپنے آنکھوں سے دیکھتے ہوئے فیصلہ کیجئے کہ حق یہ ہے یا وہ قصص و واقعات جن کو مورخین نے بزعم خویش گڑھ کر دونوں اصحاب کے خلاف زہر اگلنے کی کوشش کی۔

مشاجرات صحابہ

امام غزالی فرماتے ہیں ''حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی کے درمیان جو معاملہ ہوا وہ اجتہاد پر مبنی تھا افضل ترین علماء نے کہا ہر مجتہد مصیب ہے اور بہت سارے علما نے کہا مصیب ایک ہی اور کسی بھی علم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اصلا خطا پر قرار نہیں دیا'' (۱۴)

سیدنا سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ کے اور حضرت معاویہ کے درمیان جو لڑائی ہوئی اس حوالے سے امام احمد بن حنبل نے نص فرمائی ہے کہ اس بارے میں اور صحابہ کرام کے درمیان ہونے والے مشاجرات میں سے کسی کے بارے میں کلام نہ کیا جائے اس معاملہ میں حضرت علی حق پر تھے ان کے پاس لڑائی کا جواز موجود تھا اسی طرح ان کے مقابل افراد کے پاس بھی لڑائی کا جواز موجود تھا اس لئے ہمارے لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ اس معاملہ میں خاموش رہیں ان کے معاملے کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا دیں'' (۱۵)

امام عبدالوہاب شیرانی فرماتے ہیں ''صحابہ کے مشاجرات صحابہ میں زبان بند رکھنا واجب ہے اور اس بات کا اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ وہ سب ثواب کے مستحق اور یہ اس وجہ سے کہ وہ سب اہل سنت اتفاق کے ساتھ عادل ہیں'' (۱۶)

علامہ عبدالعزیز بن احمد ملتانی پرہاروی فرماتے ہیں: محققین نے ذکر کیا ہے کہ مشاجرات صحابہ کا ذکر حرام ہے کیونکہ اس میں اندیشہ ہے کہ یہ بعض صحابہ کے بارے میں بدگمانی کا باعث ہوگا اور اس موقف کی تائید حدیث پاک سے ہوتی ہے بے شک اہل سنت کو یہ واقعات ذکر کرنے میں مجبور کر دیا گیا کیونکہ بدعتیوں نے اس میں کئی بہتان اور جھوٹی باتیں گڑھ لیں۔ یہاں تک کہ متکلمین نے یہ مذھب اختیار کیا کہ مشاجرات صحابہ کی تمام روایتیں جھوٹ ہیں اور یہ کتنا اچھا قول ہے مگر یہ کہ ان میں بعض امور تواتر سے ثابت ہیں اور اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے کہ ان امور میں جو کچھ ثابت ہیں ان کی تاویل کی جائیگی تا کہ عامۃ الناس کو وسوسوں سے بچایا جاسکے بہر حال جو قابل تاویل نہ ہوں وہ مردود ہیں بے شک صحابہ کی فضیلت ان کی حسن سیرت اور ان کا حق کی پیروی کرنا نصوص قطعیہ اور جماعت حقہ کے اجماع سے ثابت ہے تو یہ اخبار آثار ان کے مقابل میں کیسے آسکتی ہیں بالخصوص متعصب کذاب رافضیوں کی روایات''۔(۱۷)

امام ابن حجر ہیتمی فرماتے ہیں ''صحابہ کرام کے درمیان جو قتال ہوا وہ فقط دنیا پر ہی محصور ہے، بہر حال آخرت کے معاملات میں وہ سب مجتہد اور ثواب کے مستحق ہیں۔ البتہ ان کے درمیان ثواب میں فرق ضرور ہے کیونکہ جس نے اجتہاد کیا اور درستگی کو پالیا جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے پیروکار، ان کے لئے دو اجر ہے بلکہ دس اجر ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے اور جس نے اجتہاد کیا اور خطا کی جیسے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے لئے ایک اجر ہے یہ تمام رضائے الٰہی کے طلبگار تھے اور انہوں نے نبی مکرم ﷺ سے جو علوم حاصل کئے ان کی روشنی میں اپنے اجتہاد و گمان میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر رہے ہیں، اگر تو دین میں فتنوں، بدعتوں، عناد اور ضیاع سے سلامتی جاہتا ہے تو اس پر منبہ رہ''۔(۱۸)

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد بن سرہندی فرماتے ہیں ''حضرت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں فرمایا کہ ہم سے بغاوت کرنے والے ہمارے بھائی ہیں، یہ نہ کافر ہیں، نہ فاسق ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس تاویل موجود ہے جو ان کو کافر و فاسق کہنے سے روکتی ہے۔ اہل سنت اور رافضی دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والوں کو خطا پر سمجھتے ہیں۔ اور دونوں امیر معاویہ کے حق پر ہونے کے قائل ہیں لیکن اہل سنت حضرت امیر سے جنگ کرنے والوں کے حق میں محض خطا کے لفظ سے زیادہ سخت الفاظ استعمال کرنا جائز نہیں

سمجھتے اور زبان کو ان طعن و تشنیع سے بچاتے ہیں اور حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہونے کا حیا کرتے ہیں"(٢٠)

امام اہل سنت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "اہل سنت کے عقیدہ میں تمام صحابہ کرام کی تعظیم فرض ہے ان میں سے کسی پر طعن کرنا حرام ان کے مشاجرات میں خوض ممنوع حدیث میں ارشاد ہے "**اذذکر اصحابی فامسکوا** جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو بحث وخوض سے اجتناب کرو۔

اب عزوجل عالم الغیب والشہادہ ہے اس نے صحابہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دوقسمیں فرمارتی :ا/مومنین قبل الفتح جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے راہ خدا میں خرچ و جہاد کیا۔ ٢/ مومنین بعد فتح جنہوں نے بعد کو۔ فریق اول کو دوم پر تفضیل عطا فرمائی کہ "**لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقو من بعد و قاتلوا**، یعنی تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا، وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا۔ ت۔

اور ساتھ ہی فرمایا" کلا وعد اللہ الحسنٰی" دونوں فریق سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمالیا۔ ان کے افعال پر جاہلانہ نکتہ چینی کا دروازہ بھی بند فرمایا کہ ساتھ ہی ارشاد ہوا" واللہ بما تعلمون خبیر"۔

اللہ کو تمہارے اعمال کی خوب خبر ہے۔ یعنی جو کچھ تم کرنے والے ہو وہ سب جانتا ہے بایں ہمہ تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا خواہ سابقین ہوں یا لاحقین۔

اور یہ بھی قرآن عظیم سے بھی پوچھ دیکھئے کہ مولیٰ عزوجل جس سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا اس کے لئے کیا فرماتا ہے :

"الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ اولئك عنھا مبعدون لا یسمعون حسیسھا وھم فیھا اشنھب انفسھم خالدون لا یحزنھم الفزع الاکبر و تتلقھم الملئکۃ ھٰذا یومکم کنتم توعدون" یعنی بے شک جن ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں اس کی بھنک تک نہیں سنیں گے اور وہ اپنی منمانی مرادوں میں ہمیشہ رہیں گے انہیں غم میں نہ ڈالیگی بڑی گھبراہٹ، فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے یہ کہتے ہوے کہ یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ تھا۔

سچا اسلامی دل اپنے رب عزوجل کا یہ ارشاد عام سن کر کبھی کسی صحابی پر نہ سوء ظن کرسکتا ہے نہ اسکے اعمال کی تفتیش کرسکتا ہے بفرض تم حاکم ہو یا اللہ! تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ! **انتم اعلم ام اللہ!** کیا تمہیں زیادہ علم ہے یا اللہ کو دلوں کی خبر رکھنے والا سچا حاکم یہ فصلہ کر چکا کہ مجھے تمہارے سارے اعمال کی خبر ہے میں تم سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا اسکے بعد مسلمانوں کو اس کے خلاف کی گنجائش کیا ہے! ضرور ہر صحابی کے ساتھ حضرت کہا جاے گا ضرور رضی اللہ تعالی عنہ کہا جاے گا ضرور اس کا اعزاز واحترام فرض۔ **ولو کرہ المجرمون**۔ اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں: ان کی خطا خطاے اجتہادی تھی اس پر الزام معصیت عائد کرنا ارشاد الٰہی کے صریح خلاف ہے۔(٢١)

حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اہل خیر وصلاح ہیں اور عادل، ان کا جب ذکر کیا جائے تو خیر ہی کے ساتھ ہونا فرض ہے۔ کسی صحابی کے ساتھ سوے عقیدت بد مذہبی و گمراہی و استحقاق جہنم ہے کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بغض ہے ایسا شخص رافضی ہے اگر چہ چاروں خلفا کو مانے اور اپنے آپ کو سنی کہے مثلاً حضرت امیر معاویہ اور ان والد ماجد حضرت ابوسفیان اور حضرت جنید اور ان کی والدہ ماجدہ، اسی طرح حضرت سیدنا عمرو بن عاص، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حتی کہ حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ جنہوں نے قبل اسلام حضرت سیدنا سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا اور بعد اسلام اخبث الناس خبیث مسلیمہ کذاب ملعون کو واصل جہنم کیا۔ وہ خود فرمایا کرتے تھے خیر الناس اور شر الناس دونوں کو قتل کیا۔ ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی تبرا ہے اور اس کا قائل رافضی ہے اگر چہ حضرات

شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی توہین کے مثل نہیں ہو سکتی کہ ان کی توہین بلکہ ان کی خلافت سے انکار ہی فقہائے کرام کے نزدیک کفر ہے۔ کوئی ولی کتنے ہی بڑے مرتبہ کا ہو کسی صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے باہم جو واقعات ہوئے ان میں پڑنا حرام حرام سخت حرام ہے۔

مسلمانوں کو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ سب آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جانثار اور سچے غلام ہیں تمام صحابہ اعلیٰ وادنیٰ اور ان میں کوئی ادنیٰ نہیں سب جنتی ہیں، وہ جہنم کی بھنک نہ سنیں گے اور ہمیشہ اپنی من مانی مرادوں میں رہیں گے، محشر کی بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کرے گی، فرشتے ان کا استقبال کریں گے کہ یہ وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔ یہ سب مضمون قرآن عظیم کا ارشاد ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم انبیاء نہ تھے، فرشتے نہ تھے کہ معصوم ہوں۔ ان میں بعض سے لغزشیں ہوئیں مگر ان کی گرفت کسی بات پر اللہ و رسول کے خلاف ہے۔

جب ان سے ان تمام اعمال جان کر حکم فرمایا کہ ان سب سے ہم جنت عذاب وکرامت وثواب کا وعدہ فرما چکے ہیں تو دوسرے کو کیا حق رہا کہ ان کی کسی بات پر طعن کرے؟ کیا طعن کرنے والا اللہ تعالیٰ سے جدا اپنی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجتہد تھے، ان کا مجتہد ہونا حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث صحیح بخاری شریف میں بیان فرمایا ہے، مجتہد سے صوب و خطا دونوں صادر ہوتے ہیں۔ خطا دو قسم ہے خطا عنادی یہ مجتہد کی شان نہیں اور خطا اجتہادی: یہ مجتہد سے ہوتی ہے اور اس پر عبد اللہ اصلاً مواخذہ نہیں۔ مگر احکام دنیا میں وہ دو قسم ہے خطا مقرر کہ اس کے صاحب پر انکار نہ ہوگا یہ وہ خطا اجتہادی ہے جس سے دنیا میں کوئی فتنہ نہ جیسے ہمارے نزدیک مقتدی کا امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا۔

دوسری خطا منکر، یہ وہ خطا اجتہادی ہے جس کے صاحب پر انکار کیا جائے کہ اس کی خطا باعث فتنہ ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت سیدنا امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خلاف اسی قسم کی خطا کا تھا۔ اور فیصلہ وہ جو خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مولیٰ علی کی ڈگری اور حضرت امیر معاویہ کی مغفرت ہے۔ (۲۲)

ان تمام نصوص واشادات کی روشنی میں باتفاق علمائے جمہور کے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ہمیں اصحاب کرام کے درمیان ہوکے مشاجرات میں کلام کرنا اپنے کو بد کردار و اخلاق گمراہ و فاسق بنانے کے سوا کچھ نہیں۔ لہٰذا حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ کے درمیان ہوئے مشاجرات میں کف لسانی ہی براہ نجات ہے۔ وعلیہ الجمهور۔

حوالہ جات :

(۱) الصحیح البخاری، ج :۳/ص ۱۳۴۳/رقم :۳۴۶۷/م داد رقم (۲) الکامل فی الصعفا \۳۶۳:دادالفکر (۳) حاشیه المسلم ۲\۳۱۰م اصح الطابع (۴) ایضاً :(۵) اکمال اکمال المعلم ۶\۳۶۱، ۶۲ م :داد الکتب العلمیة (۷) اکمال اکمال المعلم:۶\۳۶۱، ۶۲ م: دادالکتب العلمیة (۸) ایضاً (۹) فتاویٰ هندیه ؛ حواله شرح مسلم سعیدی ؛ ۲۰۸\۶ ابرکات رضا ؛ ۱\۶۲۴_م بولاق مصر (۱۰) اسد الغابه فی معرفة الصحابة :۱\۲۷، ۸۷۱ م: دارحزم (۱۱) شرح مسلم سعیدی؛ ن ج ۶ (۱۲) تاریخ دمشق لابن عساکر ؛ ۴۲\۴۱۶ م داد مکتب العلمیة بیروت (۱۳) اختلاف علی و معاویه ـ ۲۸ (۱۴) مصنف ابن ابی شیبه ۱۴/۳ـرقم :۸۸۵ دارالکتب العلمیة (۱۵) احیاء العلوم : کتاب فوائد العقائد، الفصل الثالث:۱/۱۱۵ م :دارالمعرفةبیروت (۱۶) غنیة الطالبین :القسم الثانی فی العقائد: فصل فی فضل الامة : ص ـ ۱/۱۶۲ دار الکتب العلمیة (۱۷) البوافیت الجواهر ، المبحث الرابع والاربعون ـ ۴۴۵/۲۰ ؛ دار الاحیاء التراث (۱۸) الناهیة عن طعن امیر المومنین معاویة: فصل فی النهی عن ذکر النشاجر ؛ ۳۳م : غراس کویة (۱۹) تتهیر الجنان :مقدم الکتاب فی فضل الصحابه : ۳۴/م: دار الصحابه للتراس (۲۰) مکتوبات، مکتوب:۳۶... ۲۰/ ۹۰، م: ضیاء القرآن لاهور صفحه نمبر ۶ (۲۱) فتاویٰ رضویه شریف؛ ۲۹ \ ۲ ۲۲۸۳ م :برکات رضا پور بندر (۲۲) بهار شریعت ؛ ۱\۵۶_۲۵۲ م :مکتبه المدینه کراچی۔

نوٹ: ان میں سے اکثر کتابیں دستیاب نہ ہونے کے سبب عبارات برقی ذرایع سے حاصل کی گئی ہیں۔

◆◆◆

اسلامیات

ص ۲/۴۲ کا بقیہ............

بحال کرنے کے لیے اب ان سیاسی کرتب بازوں کے پاس کوئی ایسا نسخہ تو نہیں ہے جس کے سہارے وہ عوام کو مطمئن کرسکیں اس لیے بنیادی مسائل کے تعلق سے عوام کی جانب سے اٹھنے والے تمام سوالات سے یکسر نظریں موڑنے کا ایک نسخہ ہے قومی منافرت، پھوٹ ڈالو اور راج کرو۔ لیکن عوام کی نظریں پردے کے پیچھے کا کھیل خوب سمجھ رہی ہیں، مٹھی بھر فاسشٹ طاقتوں کے سہارے ہندو راشٹر کا خواب دیکھنا ایک طفلانہ کوشش ہے، ملک کا سیکولر طبقہ جس کی تعداد ۷۸ فی صد ہے وہ اس کی مخالفت میں کمر بستہ ہے۔

آر. ایس. ایس کا منصوبہ ہندوتو کا فروغ اور بھارت میں ہندو راشٹریہ کا قیام ہے جو برہمنی نظام کی ایک شکل ہے جسے بھارت کا اکثریتی طبقہ کبھی نافذ العمل دیکھنا پسند نہیں کرتا ان میں مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کی اکثریت بھی ہے جو اس خواب میں رنگ بھرنے کی سخت مخالف ہے بالخصوص ہندوستان کے وہ بنیادی شہری جن کی تعداد ۷۸/ فی صد ہے جنہیں شودر، اچھوت اور نہ جانے کیا کیا کہا گیا، انہیں بھی سیاسی کرتب بازوں کے سارے کھیل سمجھ میں آرہے ہیں اور وہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ جب ووٹ بینک کی سیاست مقصود ہوتی ہے تو ہمیں ہندو قرار دے دیا جاتا ہے اور باقی مواقع پہ اچھوت بنا کر علیحدگی اختیار کرلی جاتی ہے۔

پورے ملک میں ایس سی، ایس ٹی اور او بی سی کی مجموعی تعداد ۷۹/ فی صد ہے جب کہ برہمنوں کی آبادی صرف اور صرف ساڑھے تین فی صد ہے جو دراصل حقیقی ہندو ہیں، حیرت ہے کہ اس قدر کم تعداد پہ برہمنی نظام کے قیام کا خواب دیکھا جارہا ہے، ارباب حکومت کو سمجھ لینا چاہیے کہ مکروہ اور گھناؤنے سیاسی کھیل کا وقت اب نہیں رہ گیا، ملک ترقی اور خوشحالی کا جبری تقاضا کررہا ہے عوام کی نظریں اسی سمت میں کارکردگی کا بلند ہوتا ہوا گراف دیکھنا چاہتی ہے۔

◆◆◆

ص ۵۷/ کا بقیہ............

عبدالرؤوف بلیاوی علیہ الرحمہ کا دیکھا وہ کسی اور کے اندر نہیں پایا سوائے حضرت علامہ مفتی شبیر حسن رضوی علیہ الرحمہ کے، مفتی صاحب کا انداز تدریس بعینہ وہی تھا جو حضرت علامہ بلیاوی علیہ الرحمہ کا تھا۔

شعراء میں مولانا غلام حسنین رضوی جامعی، مولانا محترم محمد ندیم رضا فیضی جامعی، مولانا محترم قاری محمد رحمت علی جامعی، محترم محمد کیف رضا جامعی، مولانا محمد محفوظ عالم جامعی، مولانا محترم محمد صاحب عالم جامعی، مولانا محمد محفوظ عالم علیمی، مولانا محمد حسنین رضا صاحب جامعی، حضرت حافظ وقاری احمد الفتاح فیض آبادی، حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب سالک بستوی استاذ دارالعلوم نورالحق چرہ محمد پور فیض آباد، قاری ریاض الدین قادری بمبئی وغیرہم نے بھی نعت ومنقبت کے اشعار پیش کیے۔ جبکہ نظامت کے فرائض حضرت مولانا اصغر علی جامعی اور حضرت مولانا آفاق مشاہدی نے انجام دیا، جلسہ کا اختتام حضور معین ملت حضرت مولانا سید معین الدین اشرف اشرفی الجیلانی میاں صاحب قبلہ جامعی بمبئی کی دعا پر ہوا۔

ان کے علاوہ شہزادۂ حضور امام العلماء حضرت مولانا محمد ارشد رضا قادری جامعی، شہزادۂ اویس ملت سید محمد سالار میاں، حضرت علامہ محمد ایوب صاحب قبلہ سابق صدر المدرسین جامعہ روناہی، حضرت علامہ مولانا محمد وصی احمد وسیم صدیقی، حضرت علامہ مولانا محمد شاکر علی عزیزی، حضرت علامہ مولانا محمد بخش اللہ صاحب قبلہ شیخ الحدیث وصدر المدرسین جامعہ روناہی، حضرت علامہ مفتی غلام مرتضیٰ صاحب شیخ التفسیر جامعہ روناہی، حضرت مولانا فروغ احمد اعظمی سلطان پور، حضرت مولانا نوخیز انور اعظمی وغیرہم نے بھی شرکت فرمائی۔

اللہ رب العزت ہم سب کو حضور امام العلماء علیہ الرحمہ کے روحانی فیوض وبرکات سے مالا مال فرمائے اور ان کے نقوش قدم پر چلنے، ان کی تعلیمات کو عام کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رپورٹ: محمد سمیع الدین رضوی جامعی
متعلم درجۂ تحقیق، الجامعۃ الاسلامیہ، روناہی، فیض آباد

◆◆◆

اسلامیات

تیسری قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

ایمان، کفر اور تکفیر

نقد ونظر

گزشتہ سے پیوستہ

اب کہ مضمون نگار امکان کذب باری جس کے وہابی قائل ہیں عقیدے کا مسئلہ نہیں مانتا، ہم اس مسئلہ کو ذیل میں اس طرح بیان کرنا چاہتے ہیں:

جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ازلی ابدی اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ہر صفت ازلی ابدی ہے، لہٰذا باری تعالیٰ کی کوئی ایسی صفت نہیں جو پہلے سے نہ تھی اور اب حادث ہوئی، نہ اللہ کی کوئی صفت قابل فنا ہے نہ قابل تغیر ہے، باری تعالیٰ کی ایک صفت صدق ہے جو بدلنے سے پاک اور معدوم ہونے سے منزہ ہے، یہ امر تمام کتب کلام میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات تمام صفات کمال کی جامع ہے اور عیب ونقصان سے پاک ہے یعنی اللہ کی ہر صفت کمال قدیم ازلی ابدی ہے اور اس کا اس سے جدا ہونا محال ہے اور عیب کمال کی ضد ہے اللہ اس سے منزہ ہے۔

لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ نہ کبھی عیب سے موصوف ہوا نہ کبھی کوئی عیب اس کی ذات پاک کی طرف راہ پا سکتا ہے، جھوٹ بولنا عیب ہے اور باری تعالیٰ کے لیے اس کا امکان ماننا اس کو عیب لگانا ہے اور یہ اللہ سے اس کی صفت صدق کو جدا ماننا ہے جو کہ ابدی ہے اور اللہ سے کبھی جدا نہیں ہو سکتی اور یہ اللہ کی تمام صفات کو محل حوادث جان کر قابل فنا قرار دینا ہے اور یہ کفر ہے، حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے صاف تصریح کی: جو یہ کہے کہ اللہ کی صفات مخلوق ہیں یا حادث ہیں اور جو ان میں توقف کرے یا شک کرے وہ اللہ کا منکر ہے۔

یہاں سے یہ معلوم ہوا کہ متکلمین کی صریح تصریح کے مطابق یہ کہنا کہ اللہ جھوٹ بول سکتا ہے اللہ کو عیب لگانا ہے، اس طور پر قائل نے اللہ کا عیب ونقصان سے موصوف ہونا ممکن جانا اور اس نے اللہ کی صفات کمال کا معدوم ہونا ممکن بتایا، یہی نہیں بلکہ اللہ کی ذات پاک کو محل حوادث جان کر اللہ کی تمام صفات کو اس نے حادث مانا اور یہ بات ذات الٰہی کے انکار کی طرف لے جاتی ہے، بہت سے مذکورہ وجوہ سے اس قائل کی تکفیر ہوگی، ان میں سے ایک سبب یہ ہے کہ وہ اس امر ضروری دینی کا منکر ہے جو کہ اہل سنت، معتزلہ اور دیگر باطل فرقوں کو بخوبی مسلم ہے، یعنی اللہ کی ذات ہر عیب ونقصان سے منزہ ہے۔

امام احمد رضا نے اس غلط عقیدے کا رد بہت واضح انداز میں اپنی کتاب سبحان السبوح میں فرمایا ہے اور ان وجوہ کا بیان کیا ہے جن سے اس قائل پر فقہا کے نزدیک کفر لازم آتا ہے۔

مضمون نگار نے ایک بار پھر دیوبندیوں اور وہابیوں کی تائید کرتے ہوئے لوگوں کو یہ کہ کر مغالطہ دیا ہے کہ یہ کوئی عقیدے کا مسئلہ نہیں ہے، مضمون نگار نے ضروریات دین کو دین کی باتوں کی پہلی قسم میں رکھا اور اس کے متعلق مطلق بلا قید کہا:

"پہلی قسم میں سے کسی چیز کا انکار کھلا کفر ہے" [ص ۲ :] پھر کہا کہ "ارض اسلام میں ان چیزوں کے نہ جاننے کا کوئی عذر نہیں" [ص ۲ :] پھر اسے امام نووی کے بیان سے موکد کیا چنانچہ کہا کہ "امام نووی فرماتے ہیں کہ کوئی مسلمان جو کسی ایسی بات کا انکار کرے جو ضروریات دین میں سے ہو اسے کافر اور گمراہ قرار دیا جائے گا۔"

امام نووی کی یہ عبارت مطلق بلا قید ہے اور اس کے سابقہ دو اعترافوں کی تاکید وتائید ہے، کیا امام نووی کی عبارت کا اور مضمون نگار کے جملوں کا یہ حاصل نہیں کہ ضروریات دین کا انکار کھلا کفر ہے، ضرور یہی حاصل ہے جبھی تو اس نے کہا کہ " کھلا

کفر ہے" اور اس سے پہلے مطلق بلا تفصیل قرآن وسنت کی تخیلاتی تشریح کو رد کر چکا اور مطلقاً بلا تفصیل یہ شرط لگا چکا کہ بیان صریح کی نفی نہ کرتا ہو اور یہ بیان مطلق ضرور اس پر حجّت ہے، اب کیا اس کا صریح مفاد یہ نہیں کہ انکار ضروریات دین جو کھلا کفر ہے اس حکم میں کوئی قید نہیں کہ بالقصد ہو اور کیا اس کا یہ صریح مفاد نہیں کہ انکار صریح میں کوئی تاویل مسموع نہیں، ضرور ہے جبھی تو ہر چند کہ اپنے اقراروں کو بار ہا بھلاتا ہے اور تناقض پر تناقض لاتا ہے پھر اقرار کر جاتا ہے کہ دنیا کے تمام مسلمان ان الفاظ کو ذلّت آمیز اور ناقابل قبول پاتے، نامناسب موازنہ کہ چند ہی مسلمانوں کو روا ہوگا، ایسی کھلی بے ادبی اور گستاخی جس کا دفاع ناممکن ہو اور جب یہاں اپنے ہی اقرار مطلق سے جسے بار ہا تاکید در تاکید سے مقرر رکھا صاف یہ سمجھایا کہ انکار ضروریات دین میں کوئی تاویل نہ سنی جائے گی چہ جائیکہ مقبول ہو اور نہ صرف سمجھایا بلکہ بار ہا یہ مضمون مختلف انداز سے صاف صاف بیان کیا، پھر جگہ جگہ دیوبندیوں کے بیانات کی تاویل کیوں کرتا ہے اور وہ تاویل کیوں کر سنی جائے چہ جائیکہ قابل قبول ہو حالانکہ اس کے بقول خود نامناسب موازنہ، باطل تمثیل، ملاحظہ ہو صفحہ ۲۸، ۲۹/ پر خلیل احمد سہارنپوری کی عبارت پر اس کا تبصرہ۔ میں نے تو سوال میں تاویل کا ذکر کیا مگر مضمون نگار کے انداز سے تو صاف یہ ظاہر ہے کہ دیوبندیوں کی عبارتوں میں اگرچہ تاویل کی گنجائش نہیں مگر پھر بھی وہ کفر کے زمرے میں نہیں آتی اور دیوبندی کافر نہیں اس لئے کہ ان کی نیت کفر کی نہیں، مضمون نگار کے کچھ جملے پہلے گزر چکے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اس نے مانا کہ یہ کھلی گستاخی تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے ناقابل قبول اور جن کا دفاع ناممکن کیا یہ اس بات کا اقرار نہیں کہ دیوبندیوں کی مذکورہ عبارتیں اعلیٰ درجے کی صریح ہیں جن میں کسی معنی دیگر کا احتمال ہی نہیں یعنی وہ کفری معنی میں متعین ہیں پھر بھی وہ کفر نہیں اور دیوبندی کافر نہیں اس لئے کہ بقول مضمون نگار" مگر یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان باتوں کو موازنہ کرنے میں نیت گستاخی یا بے ادبی کی نہیں ہے۔"

ہر منصف کو دعوت فکر ہے کہ وہ مضمون نگار کا یہ صریح اقرار دیکھے اور بتائے کہ اس کا مطلب یہی ہے کہ کلام اگرچہ کفری معنی میں نہ صرف صریح بلکہ متعین ہو جس کی تاویل نہ خود قائل کو بن پڑے اور اس کا وکیل بھی اس کے دفاع کو ناممکن بتا کر یہ اقرار کر جائے کہ اس میں کوئی تاویل نہیں بن سکتی، پھر بھی نیت کی حاجت ہے جب تک وہ مضمون نگار کے طور پر معلوم نہ ہو ہر چند کہ اس صورت میں نیت وقصد روشن ہے نہ کلام کفر کے زمرے میں آئے گا نہ قائل کافر ٹھہرے گا۔ کیا یہ کفر عنادی کی صریح حمایت نہیں اور کیا کافر معاند کے لئے صاف رخصت نہیں بلکہ کیا یہ باطل کو باطل مان کر اہل عناد کے ساتھ ان کے عناد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا نہیں؟ پھر دیوبندیوں ہی کی کیا خصوصیت ہے شیعہ وقادیانی وغیرہم کو بھی کیوں نہ رخصت دیجئے کہ نیت گستاخی کی نہیں، نیت تو دل کے ارادے کا نام ہے نہ کوئی اپنی نیت کا اقرار کرے گا نہ کسی کی نیت معلوم ہوگی پھر کوئی قول کیسا ہی صریح کفر ہو کفر کیسے ٹھہرے گا؟ یہ کفر وایمان کا امتیاز ختم کرنا نہیں؟ اور کیا یہ احکام دین سے امان اٹھانا نہیں؟ کیا یہ فقہا ومتکلمین سب کے مذہب پر پانی پھیرنا نہیں؟ اختلاف علما کا یہ کیسا بہانہ ہے جس سے تمام اقوال علما یکسر بے اثر ٹھہریں، اختلاف علما کے بہانے کا کیا انجام ہوا، وہ تو ہمارے سوال سے ظاہر ہی ہے اس سلسلے میں مضمون نگار نے جو دو عبارتیں لکھی ان میں پہلی عبارت پر تبصرہ شاید رہ گیا اب ہم دونوں اگلی پچھلی عبارتیں ملا کر دکھائیں اور ناظرین سے پوچھیں کہ وہ ان دونوں کے اجتماع سے کیا سمجھے، مضمون نگار رقم طراز ہے: ایمان اور کفر کا پیمانہ ان امور کو نہیں بنایا جا سکتا جن پر علما کا اختلاف ہو۔ چاہے وہ قرآن، حدیث یا انسانی سوچ [غیر جذباتی] کے شواہد کی بنا پر ہو بشرطیکہ یہ عالمانہ سوچ پر مبنی ہو یعنی کم از کم:

۱ — یہ قرآن اور سنت کی ایسی تخیلاتی تشریح پر مبنی نہ ہو جس سے عربی زبان کے قواعد اور الفاظ کے استعمال کی نفی ہوتی ہو۔

۲ — یہ کسی اور بیان صریح کی نفی نہ کرتا ہو۔

اب ناظرین دیکھ کر بتائیں اور اس کے الفاظ چاہے وہ قرآن، حدیث یا انسانی سوچ [غیر جذباتی] کے شواہد کی بنا پر ہو کیا مفاد ہے؟ یہی نا کہ اختلاف ہونے کی صورت میں قرآن و

سنت کی صریح دلیلوں پر مبنی استدلال کی بھی مجال نہیں اور یہ کہ اختلاف ہر طرح معتبر ہے، اگرچہ قرآن وسنت کے شواہد کے خلاف ہو جبھی تو کہا کہ "ایمان اور کفر کا پیمانہ ان امور کو نہیں بنایا جاسکتا" اور یہاں مطلق رکھا اور اطلاق سے اختلاف کا بہر حال معتبر ہونا سمجھایا، پھر یہاں شرط لگائی کہ "بشرطیکہ یہ عالمانہ سوچ پر مبنی ہو" اور اس فقرے کی تفسیر میں نمبروار کہا کہ یعنی کم ازکم:

۱— یہ قرآن اور سنت کی ایسی تخیلاتی تشریح پر مبنی نہ ہو، الخ

۲— یہ کسی اور بیان صریح کی نفی نہ کرتا ہو، الخ

۳— اجماع کے خلاف نہ ہو، الخ

۴— اور یہ ۲/ اور ۳/ سے اخذ کئے گئے قیاس کی نفی نہ کرے۔

اور اس شرط سے یہ صاف ظاہر کیا کہ اختلاف اس صورت میں معتبر نہیں جب کہ قرآن اور سنت کی ایسی تخیلاتی تشریح پر مبنی ہو، جس سے عربی زبان کے قواعد اور الفاظ کے استعمال کی نفی نہ ہوتی ہو، اور کسی اور بیان صریح کی نفی کرتا ہو، اور اجماع کے خلاف نہ ہو، اور اپنے بیان سے خوب آشکار کیا کہ اس معیار پر جو قول پورا اترے، وہی قرآن وسنت، وقواعد عربیت، اجماع امت کے مطابق ہے اور اسی پر اعتقاد لازم ہے اور جو قول اس پیمانے پر پورا نہ ہو اس کا اعتبار نہیں اور یہ کہ مخالف حقیقۃً وہی ہے جو قرآن وسنت کے شواہد کا نافی ہو، جس کا قول عالمانہ سوچ پر مبنی نہ ہو بلکہ قرآن وسنت کی تخیلاتی تشریح پر مبنی نہ ہو، جس کے قول سے عربی زبان کے قواعد اور الفاظ کے استعمال کی نفی ہوتی ہو اور کسی اور بیان صریح کی نفی کرتا ہو اور اجماع کے خلاف ہو، دونوں عبارتوں کو ملا کر ناظرین دیکھیں کہ مطلق ومقید کا کیسا امتزاج ہے، صراحۃً و دلالۃً نفی واثبات کا کیسا اجتماع ہے اور اخیر فقروں سے پیمانہ خود مقرر کرتا ہے اور اگلے فقرے میں یہ کہ کر خود پیمانہ توڑتا ہے کہ ایمان اور کفر کا پیمانہ الخ۔ چلئے اسے اس کے اخیر فقروں کے پیش نظر مشروط ہی مان لیں اور اس کے نزدیک بھی یہ پیمانہ ٹھہرالیں مگر کیا دیوبندیوں کی عبارتیں اس پیمانے پر پوری اترتی ہیں؟ نہیں، ہر گز نہیں، خود اس کے اقراری بیانات سے جو بارہا گزرے یہ ظاہر ہے، اس کے برعکس خود اسی کے اقرار سے یہ روشن ہے کہ مجدد دین وملت امام احمد رضا کے بیانات نہ قرآن وسنت کے صریح بیان کے نافی، نہ اجماع امت کے منافی، بلکہ اس کے بتائے ہوئے پیمانے پر پورے اترتے ہیں، چنانچہ ص ۲۸/ پر لکھا ہے: "کہ امام احمد رضا کا موقف نہ تو صریح نصوص کے خلاف ہے کیوں کہ وہ صریح نصوص ہیں ہی نہیں بلکہ قابل تاویل ہیں کہ وہ اس وقت سے پہلے کی ہیں جس نے انہیں منسوخ کر دیا اور نہ ہی بلا دلیل ہے کیوں کہ ان کے موقف کی اساس صحیح احادیث کی بنیاد پر ہے نہ کہ محض باطل تمثیل کی بنیاد پر، کیوں کہ یہ تو خود نبی کریم کے اپنے الفاظ مبارکہ سے ان احادیث میں ثابت ہے"۔ [ص ۲۸:]

پھر مزید امام احمد رضا کی حمایت کرتے ہوئے خلیل احمد کے ردّ وابطال میں یہ کہتا ہے: "کہ نیز یہ سمجھنا مشکل ہے کہ کیسے وہ علم جو خلیل احمد شیطان اور ملک الموت کے لئے جانتا ہے، شرک ہو جائے جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ثابت کیا جائے، یا تو یہ خدا کی صفت ہے جو کسی اور کے لئے ماننا شرک ہوگا یا پھر ایسا نہیں"۔

اور اس کے باوجود اعلیٰ حضرت کا دیوبندیوں کو کافر سمجھنا ایک غلطی تھی، چنانچہ لکھتا ہے کہ: "احمد رضا کا دیوبندی اکابر کے خلاف کفر کا فتویٰ ایک غلطی تھی۔" اور بارہا دیوبندیوں کے کلام کو خود ردّ کرنے کے باوجود یہ ٹھہراتا ہے کہ یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتا، کیا یہ تضاد در تضاد نہیں؟ اور خود اپنے قائم کیے ہوئے پیمانے کو توڑنا نہیں؟ اور اسی پر جمنا کہ ایمان اور کفر کا پیمانہ ان امور کو نہیں بنایا جاسکتا؟ کیا اب بھی اس بات میں کوئی شبہ ہے کہ وہ اختلاف علما کو بہانہ بناتا ہے؟ اور اجماع کی کیا گنتی ہے قرآن وسنت کی بھی کھلی نفی ہو جب بھی اختلاف معتبر ہے جبھی تو پہلے مطلق بلا قید کہا تھا کہ "چاہے وہ قرآن، حدیث یا انسانی سوچ [غیر جذباتی] کے شواہد کی بنا پر ہو"۔

قاسم نانوتوی کی حمایت میں مضمون نگار نے جو کچھ کہا، سوالات کے پیرائے میں اس کا جواب پہلے ہی ہو چکا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی میں کوئی تاویل وتخصیص

نہیں جس پر اقتصاد کی گواہی گزری اور اس کے ہم معنی اور دیگر کتابوں سے جن میں مفاد اقتصاد کی صراحت ہے مضمون نگار پر حجت قائم کی گئی اور امکان ذاتی بلحاظ خاتم النبیین کا باطل ہونا بیان ہوا اور یہ کہ نانوتوی کی عبارت سے امکان وقوعی خوب ظاہر ہے جس سے ممتنع بالغیر ماننے کا دعویٰ باطل ٹھہرا یہاں جدی الکریم مفتی اعظم حضرت مولانا مصطفیٰ رضا نوری کا ایک سوال جو الموت الاحمر میں حضرت نے قائم کیا اپنی زبان میں ادا کروں اور مضمون نگار سے پوچھوں کہ ممتنع بالغیر کیا ہے وہ تو وہی ممکن ذاتی ہے جس کا وقوع کسی محال عقلی کو مستلزم ہو اور وہ یعنی محال عقلی کذب باری ہے مگر سارے دیوبندی امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی کی اتباع میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن جانتے ہیں اور جو کسی ممکن کو مستلزم ہو وہ ممتنع بالغیر کیسے ہوگا؟ ممتنع بالغیر تو پہلے ہی رخصت ہو چکا تھا۔

اب اس دعوے پر یہ سوال مستزاد ہے، یہ مغالطہ نہیں تو اور کیا ہے؟ کہ وہ معنی جو نانوتوی کی عبارت سے ہرگز نہیں نکلتے اس کا جامہ نانوتوی کی عبارت کو پہنایا جائے۔... جاری

ص ۲۸ رکا بقیہ..

وقتِ عصر حنفی، غروب آفتاب، غروبِ حمرا اور غروبِ بیاض، پھر ان دونوں پہلوؤں کو اہم عبادات نماز سے تعلق کا شرف بھی حاصل ہے۔

لہٰذا امام المحققین سیدنا اعلیٰ حضرت کے بابِ تحقیق میں ان دونوں طریقوں نے دستک دی، دونوں نے اپنی اپنی فریادیں سنائیں، اپنے اپنے حالات پیش کئے، دونوں پر نظر کرم ہوئی، مجددانہ قلم نے انگرائی لی دائرہ ہندیہ کے دو عنوان کو ایک ایک موضوع کا درجہ ملا، سمت بلاد ہیئت سے متعارف ہوئی جبکہ معرفت اوقات کے ہاتھوں میں توقیت کا پرچم آیا، ہیئت میں یوں تو فاضل بریلوی کے درجنوں فتاوے پیش نظر ہیں جن میں سے ہر ایک میں کسی نہ کسی شق پر سیر حاصل بحثیں ضرور موجود ہیں، ہر ایک فتویٰ آسمانِ علم وحکمت میں بدر منیر سے بھی زیادہ روشن اور تابناک ہے، ان کی شعاؤوں کی تجلیات کو کچھ وہی حضرات زیادہ بیان کر سکتے ہیں، خلاء پیمائی کے جو ماہرین ہیں، فرشِ زمین پر گھٹنوں کے بل چلنے والے مجھ جیسوں سے اس کی کیا امید؟

ہاں وہ کتابیں جن سے صرف فصل کم استوائی کو ہی قبلہ نہیں دکھایا گیا اور نہ صرف نصف النہار کا تعین کیا گیا بلکہ زمین کے گوشے گوشے کو جن سے قبلہ نظر آیا توقیت اور نجوم کو جن کے احاطہ میں پایا، کرۂ زمین جن سے منور ہو گیا اور فلکیات وارضیات کے بارے میں امت مسلمہ نے جن سے بہت زیادہ استفادہ کیا امام احمد رضا کی وہ چند کتب مبارکہ مندرجہ ذیل ہیں:

(1) هداية المتعال فی حد الاستقبال (2) زاکی البها فی قوة الكواكب و ضعفها (3) مسفر المطالع للتقويم و الطالع (4) ستين و لوگارثم (5) اقمار الانشراح لحقيقة الاصباح (6) الصراح الموجز فی تعديل المركز (7) جادة الطلوع والحمر للسيارة والنجوم والقمر (8) الانجب الانيق فی طرق التعليق (9) زيج الاوقات للصوم والصلوات (10) تاجِ توقيت (11) كشف العلة عن سمت القبلة (12) درء القبح عن درك وقت الصبح (13) سر الاوقات (14) الجواهر واليواقيت۔ (درسِ توقیت کی نقل بقلم ملک العلماء) ◆◆◆

ص ۵۸ رکا بقیہ..

رحمت کونین بن کر آپ کی آمد ہوئی
خلقت کونین کی اس سے بھلائی ہوگئی

ہے فقط یہ مدحت سرکار کی نعمت کا فیض
ہوگیا شہرہ جہاں میں واہ وائی ہوگئی

جب سے تیرے در سے نسبت کی سند ہم کو ملی
رشک سلطانی ہماری پارسائی ہوگئی

خود سے وہ کہتا نہیں، ہے جو ترے در کا غلام
رشک سلطانی ہماری پارسائی ہوگئی

مرشدی اختر رضا کے فیض کی برکت ہے یہ
تیری نسبت بھی وصی صاحب رضائی ہوگئی

کربلا میں توڑ نہ پایا کوئی عزم حسین
جتنا دم تھا، ساری قوت آزمائی ہوگئی

جان کر بھی عمر بھر منکر رہا اقرار کا
ایک ضد سے بوجہل کی جگ ہنسائی ہوگئی

جس کے قدموں کی زمیں کو خلد کا رتبہ ملا
اب کے بچوں کی نظر میں بڑھیا مائی ہوگئی

از: مفتی محمد رفیق الاسلام نوری منظری*

علم فلکیات اور امام احمد رضا

اللہ تعالیٰ نے اس حسین وخوبصورت دنیا کو انسان کے لئے کس قدر بارونق اور دلکش بنایا ہے کہ اس کے حسن میں ایک دانا و بینا انسان کو ایسی قدرتِ کاملہ کا بھی مشاہدہ ہوجاتا ہے جو ابدی، ازلی، یکتا اور بے مثال ہے، اس عالم میں یوں تو بے شمار موجودات ہیں، لیکن ان میں تجددِ حالات، تأثر بالزمان، احتیاجِ مکان، قبولِ کون وفساد، حرکت وسکون، ترکیب وتحلیل، من والی، کیف وکم، این ومتی اور تغیر وتبدل کے مطالعہ سے قلب سلیم و ذہن صائب کا یہی فیصلہ ہوتا ہے کہ یہ کسی اور ذات کی مخلوق ہیں کیونکہ ان ساری وجوہات کی وجہ سے یہ سب موجودات تو اپنے کوممکن اور محتاج بتارہے ہیں لہٰذا کوئی ایسا محتاج الیہ ضرور موجود ہوگا جس نے انھیں وجود وتخصص کی نعمت عطا فرمائی ہے، جو نہ کسی مکان کا مکین ہوگا اور نہ ہی کسی زمان سے متأثر، آخر ایسی ذات کونسی ہے جو یقیناً لائق پرستش ہے، اسی کی جستجو سے دنیا کا تفکر وتدبر پہلے دو نظرئے پر منقسم ہوا کچھ اذہان نے اس محتاج الیہ کی معرفت کے راستے میں اپنی جد وجہد جاری رکھی اور کچھ نے اپنی پرواز تصور کو یہیں پر منجمد کرلیا اور اس حسین گلستاں کو خود رو قرار دیتے ہوئے اس میں کسی علتِ مؤثرہ کی تاثیر سے صاف انکار کردیا۔

اسی سے دہریت کا نظریہ وجود میں آیا اور پہلی قسم کے لوگوں میں بعض نے اپنے سے بڑھ کر طاقتور کو دیکھا تو اسی میں محتاج الیہ کی تلاش شروع کردی بلکہ اسی کو محتاج الیہ مان لیا، آفتاب کی کرنوں کو انسانی طاقت سے بے نیاز دیکھا تو اسی کو محتاج الیہ مان لیا، کسی نے سرسبز وشاداب نباتیات میں اور نفوس حیوانیہ میں پانی کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے سمندر کو ہی قابل پرستش سمجھ لیا، اسی طرح مشرکین کے نظریات کی نحوست سامنے آئی، اس گلستانِ ہستی میں کچھ نفوس قدسیہ ایسے بھی تھے جنھوں نے ہمیشہ پرزور ان باطل نظریات کی تردید کی اور کرتے رہیں گے کہ جنھیں تم قابل عبادت جانتے اور مانتے ہو وہ خود محتاج ہیں تمہاری نادانی نے تمھیں اس قدر ذلیل وخوار کردیا ہے کہ تم واجب الوجود سے بے خبر ان مخلوقات کی عبادت کرنے لگے، افسوس تمہاری اس فکری یتیمی پر، ایک معتدل ذہن وفکر کی رہنمائی کے لئے یہ سارے دلائل وقرائن کافی تھے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کا کتنا عظیم احسان ہے کہ اس نے نوع انسانی کی ہدایت کے لئے یہاں انبیاء و مرسلین کو مبعوث فرمایا، ساتھ ہی صحیفے وکتب بھی نازل فرمائے، پھر بھی راہِ ھدایت سے اگر کوئی ناواقف ہو تو اس منحوس ذہن اور بیمار قلب کے لئے ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ)

اس محتاج الیہ کی جستجو میں جو شب وروز مصروف وسرگرداں تھے انھیں انبیائے کرام کے ہر ایک پیغام میں حقیقت کا جلوہ نظر آیا، اور ان لوگوں کو صحبتِ نبی کی عظیم دولت بھی میسر ہوئی، حقائق شناسی کی طرف خود رفتگان میں بہت سارے فلسفی، ریاضی داں، ماہرینِ ہیئت، منجمین اور محققین پیدا ہوئے، اگرچہ ان میں زیادہ تر تحصیلِ مطالب اور صانعِ عالم کے تعین کی معرفت میں ناکام بھی رہے، کتنوں کو تو اپنی حق گوئی کی قیمت جان دیکر بھی چکانی پڑی جیسا کہ اس دھرتی میں انسانی تفکر وتدبر کو نئی سمت دینے والے معلم اول، سقراط، کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔

جو 470 ق م قدیم یونانی شہر، ایتھنز، میں پیدا ہوا اور اسی شہر میں 399 ق م اسے موت کی سزا ہوئی اس لئے کہ اس فلسفی نے دیوتاؤں کے لئے حقیقی وجود کا انکار کیا تھا، جو وہاں کے حکمراں اور باشندوں کی نگاہوں میں ناقابلِ معافی جرم تھا، اس کے شاگردوں کی صفِ اوّل میں، ارسطو، کا نام آتا ہے، یہی وہ زمانہ

* مضمون نگار جامعہ شکوریہ بلہور کانپور یوپی کے مفتی واستاذ ہیں۔

تھا جب ہر طرف ،سقراط، کے علم و حکمت کا خوب چرچا تھا افلاک کی بلندی پر اس نے فکر کی کمانیں ڈال دی تھیں ، طبعیات نے بھی اس کے سامنے اپنے بہت سارے راز کھول دیئے تھے ، اسی کے شہر میں 427 ق م ایک اور بچہ نے جنم لیا جس نے ،سقراط، کے اس علمی کارواں کی قیادت بڑی شان و شوکت اور خوش اسلوبی سے کی، بلکہ اسے اور کافی آگے تک لے گیا، قدیم یونانی زبان میں ان کی بھی متعدد کتابیں موجود ہیں ، جن میں فلسفہ کے اولین قاعدے پائے جاتے ہیں ،ارسطو، کو اس سے بھی علم و حکمت حاصل کرنے کا موقع ملا ہے۔

اس فلسفی کا نام، افلاطون، تھا اسّی سال کی عمر میں 347 ق م اس کی موت ہوئی یہ مردم خیز زمین کے دونوں نامور دانشوروں کا انتقال ہو چکا تھا، دونوں سپرد خاک ہو چکے تھے اب ان دونوں کے پروردہ، ارسطو، ان کی علمی و فکری مسند حشمت و سطوت کا جانشین تھا ، یہ 384 ق م میں پیدا ہوا اور 322 ق م 62 سال کی عمر میں وفات پائی اسی نے فلسفہ کو وہ ترقی دی جو ایک مستقل موضوع بن گیا آج علم نجوم (اسٹرانومی) علم ہیئت (اسٹرالوجی) علم مثلث (ٹریگونومیٹری) علم ہیئت (جغرافیا) وغیرہا اسی کے درجنوں موضوعات پیش نظر ہیں مشہور فلسفی، اسکندر رومی، اسی ، ارسطو، کا شاگرد تھا، اس کے بعد ان ہی فلسفیوں سے ملے اصول و ضوابط کے مطابق تحقیقات کا کام جاری رہا، نئے نئے قوانین اور بھی عالم وجود میں آئے ، چار صدیوں سے بھی زائد عرصہ تک آنے والے فلسفی محققین فلکیات و طبعیات میں انھیں کے مقلد رہے اور ان ہی کی کتابوں سے استفادہ کرتے ہوئے اس علم کو کافی بلندی تک لے گئے، پھر سن عیسوی کی پہلی صدی کے اختتام پر ، اسکندریا، میں ،بطلیموس، پیدا ہوا جس نے متقدمین کی کتابوں سے بہت کچھ حاصل کیا، خزانے کے خزانے لوٹ لئے۔

اس نے ،سبعہ سیارہ، ہی نہیں بلکہ ثوابت تک کے محل وقوع کے ساتھ اس کی چال سے بھی پردہ اٹھایا، علمی دنیا میں ایک ماہر منجم اور ماہر فلسفی کے لقب سے بھی اسے خوب شہرت ملی، خاص کر فلکیات نجوم، ریاضی اور جغرافیا، میں اسے بہت مہارت تھی، متقدمین فلسفیوں میں سے ،ارسطو، سے یہ زیادہ متأثر تھا، فلسفہ میں اس کی پچاسوں کتابیں موجود تھیں جن میں سے بعض اب بھی موجود ہیں فلسفہ کے شعبۂ فلکیات اور جغرافیہ میں سب سے ضخیم کتابیں اسی کی ہیں، سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت نے بھی، فتاوٰی رضویہ میں متعدد بار اس کی ایک کتاب "کتاب المجسطی" کا نام لیا ہے کہیں اس کا حوالہ ہے تو کہیں اس کے دعوی کا رد ہے، یہ کتاب تیرہ جلدوں پر مشتمل ہے، اور پوری کتاب فلکیات میں ہے، اسی میں اس نے کواکب کو متحرک مانتے ہوئے سکونِ زمین کا قول کیا ہے۔

دوسری ضخیم کتاب اس کی ،جغرافیائے بطلیموس، ہے جو آٹھ جلدوں میں ہے، اس فلسفی نے فلسفہ کے متعدد شعبوں کو مستقل فن کا درجہ دے کر کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں ان ہی حکماء کی وجہ سے صرف یونان ہی نہیں بلکہ روم کے قدم بھی زمین پر نہیں پڑ رہے تھے، انھیں اپنی حکمت و فلسفہ پر اس قدر ناز تھا کہ صرف اپنے کو ہی انسان اور باقی کو دیگر حیوانات کی طرح درجہ دیتے تھے، ہر ایک بات کو اپنی اندھی عقل کے ترازو میں تولنے کی انھیں عادت بن چکی تھی، ایسے وقتوں میں کچھ عربی خبروں نے انھیں حیران و پریشان کر دیا تھا، اور وہ خبریں تھیں افق حجاز پر طلوعِ اسلام کی۔

اب تک کی یہ تاریخ طلوع اسلام سے پہلے کی تھی، عرب کے نخلستان میں آباد مکہ مکرمہ وہ خوش نصیب شہر ہے جسے اس قدم مقدس کو بوسہ دینے کا شرف مل رہا تھا جس کی رفعتِ شان کو دیکھ کر عرش کی عقل بھی دنگ رہ جاتی ہے ان خاک نشین فلسفیوں کی اوقات ہی کیا ہے کہ اپنی مفلوج عقل سے خاکِ پا کی ہی پیمائش کر لے، جبکہ روزِ ولادت سے ہی متعدد محیر العقول واقعات کی مسلسل خبروں سے ان کے خون منجمد ہوتے جا رہے تھے، ان کی عقل خون کی پلٹیاں کرنے پر مجبور تھیں، فلکیات میں کواکب اور ان کی حرکتوں پر قبضہ کے دعوی کرنے والے فلسفیوں پر اس ذرہ کے طول و عرض سے ہی سکتہ طاری ہو جاتا تھا جسے قدم نبوی کو بوسہ دینے کا موقع ملا ہو جن خبروں نے ان کی حکمت و فلسفہ کو

واہیات کے دھاگوں میں لپیٹ دیا تھا ان میں بعض یہ ہیں:

☆ وقت ولادت کسری اور مکہ میں تین روز تک زلزلے آتے رہے۔

☆ دنیا کا مضبوط ترین گھر ایوانِ کسری منہدم وزمیں بوس ہو چکا تھا۔

☆ لیکن مکہ میں ایک گھر کعبہ کا ایک پتھر بھی نہ گرا۔

☆ جبکہ اس میں رکھے سارے بت منہ کے بل پڑے ہوئے تھے۔

☆ ایک بچہ ایک ناتواں وہ نحیف اونٹنی پر بیٹھا تو وہ فربہ اور توانا بن چکی تھی۔

☆ ہولے سے انگشت کے اشارے پر فلک کا چاند رقص کر رہا تھا۔

☆ ایک بار اسی اشارہ سے چاند دو ٹکڑوں میں بٹ گیا تھا۔

اسی طرح مسلسل خبروں سے یہ فلسفی مبہوت تھے کہ ان کا فلسفی میزان اس قدر وسیع نہیں تھا جس میں یہ خبریں سما سکے ساتھ ہی ان خبروں کا ایسا تسلسل تھا جس سے انکار کی بھی جرأت نہیں تھی، نزولِ قرآن کی بات زیادہ تر کی عقلوں سے باہر تھی، اسلام اور فلسفہ میں اختلافات شروع ہو چکے تھے، فلسفیوں کے کتنے مقررات احکاماتِ قرآن سے متصادم تھے ان میں بھی کچھ تو فی نفسہٖ متصادم تھے اور کچھ معنی تصادم کو مستلزم تھے عالم کے مؤثر حقیقی اور اس کی صفات کے بارے میں بھی اختلاف ظاہر تھا مسلم علما ان کے فرسودہ نظریات کی بیخ کنی میں مصروف ہو گئے تھے، وہ لوگ اسلامی نظریات کو یونانی زبان میں اور یہ حضرات فلسفی قوانین کو عربی میں منتقل کرنے لگے ہوئے تھے، ان نظریات کی نقل پھر مخالف زاویہ کی تردید نے ایک مستقل فن کی شکل اختیار کر لی تھی۔

رفتہ رفتہ اسی طریقۂ کار سے علم کلام کا بھی وجود ہو گیا، فلسفہ کو یونانی سے عربی میں منتقل کرنے کا کام مامون رشید کے زمانہ میں سب سے زیادہ ہوا مسلم دانشوروں نے بھی موجودات کو طاقت بشری سے سمجھنے کی کوششیں شروع کر دی تھیں کہ قرآن کریم میں بار بار اس میں غور وفکر کی ترغیب دی گئی ہے، خاص کر علم فلکیات کو تو مسلمانوں نے کافی اہمیت دی ہے کہ چاروں بنیادی اسلامی احکام اسی سے متعلق ہیں، نماز کے اوقات اور ایک روزہ کی ابتداو انتہا بتانے کی خدمت سورج کے ذمہ ہے، جبکہ رمضان، حج اور وجوبِ زکوٰۃ کی نشاندہی پر اللہ تعالیٰ نے چاند کو مامور فرمایا ہے، یعنی روز و شب، ماہ و سال میں خدمت کے لئے ہی نیرین کو وجود کی سعادت ملی ہے۔

لہٰذا فلکیات کے راز سربستہ سے آشنائی یونانیوں کے بالمقابل ایک مسلمان کے لئے زیادہ مفید ثابت ہوگی، اسی طرح ہیئت کا وہ شعبہ جو روئے زمین پر منطبق ہے یعنی جسے جغرافیا کہا جاتا ہے یہ بھی مسلمانوں کا محبوب موضوع بن گیا کہ کرۂ زمین کا تاجِ شاہی کعبہ بیت اللہ یہیں سے مطلعِ انوار و تجلیات بنا ہوا ہے جہاں ایک طرف حج وعمرہ کے لئے مسلمان وہاں تک پہنچنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں وہیں دوسری طرف روزانہ کم از کم پانچ بار نماز میں اس کی طرف متوجہ بھی ہو رہے ہیں، آفاقی نمازی کے لئے استقبالِ قبلہ کا تعین علم جغرافیا ہی بہتر کر سکتا ہے، بلکہ فلک کے مفروضہ دوائرِ عشرہ کا اس میں کلیدی کردار موجود ہے۔

جہاں تک اس موضوع پر اسلامی مفکرین کا سوال ہے تو اس میں بھی ہیئت دانوں کی ایک طویل فہرست پیش نظر ہے، جن میں خصوصیت کے ساتھ ابونصر فارابی کا نام لیا جا سکتا ہے 258ھ میں جس کی ولادت ہوئی مولد ''فاراب'' کی طرف منسوب کرتے ہوئے اسے فارابی کہا گیا جو خراسان کا ایک قریہ ہے آج یہ علاقہ قزاقستان کے حدود میں داخل ہے اس کی زندگی کا زیادہ تر حصہ بغداد میں گزرا علم و حکمت میں اسے کافی شہرت ملی اور ''معلم ثانی'' کے لقب سے آفاق میں شہرت پائی بالآخر دمشق میں 339ھ کے درمیان وفات ہوئی منطق و فلسفہ میں اس کی متعدد کتابیں موجود ہیں ان میں، اغراض مابعد الطبعیۃ ارسطو، فصول الحکم اور احصاء العلوم کافی مشہور ہیں۔

دوسرا نام حسن ابن عبد اللہ ابن سینا جو ''ابوعلی'' کی کنیت سے مشہور تھا، 980ء میں ولادت ہوئی علم و حکمت میں کافی مشہور

ہوا، معقولات میں ممتاز المعاصرین مانا گیا، الٰہیات، ریاضیات اور طبعیات میں اچھی مہارت تھی 1037ء میں وفات پائی اور ہمدان میں مدفون ہوا، اس کی کتابوں میں، شفا اور قانون دانشوروں میں بہت مقبول ہوئیں، اسی طرح نصیر الدین طوسی (1201-1284) ء کا نام بھی حکمت میں کافی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

علامہ نظام الدین عبد العلی برجندی (دسویں صدی ہجری) مہندس و منجم کا نام بھی اعلی درجہ پر نظر آرہا ہے، بعد طلوعِ اسلام پچاسوں ایسے ہیئت داں ہیں جنھوں نے فلکیات، طبعیات اور ریاضیات میں داد و تحسین حاصل کی اور روپوش ہو گئے، معقولات میں ان کی خدمات یقینا لائقِ ستائش ہیں، ان حضرات نے علم کی حیثیت سے طبعیات، الٰہیات اور ریاضیات میں وہ کارہائے نمایاں انجام دئے جو خود معقولات کا ایک سنہرہ باب ہیں، لیکن اصل میں جن مقدس ہستیوں نے عہد زرین میں اس فن کو بامِ عروج تک پہنچایا وہ فقہائے کرام کی پاکیزہ جماعت تھی، حالانکہ فلسفیوں کی نااہلی اور نادانی سے اس میں بھی کچھ ایسے خرافات شامل ہو چکے تھے جن کی وجہ سے پاک طینت عام مسلمان اس قابلِ قدر علم کو یونانی بادِ سموم قرار دے رہے تھے، ایسے حالات میں فقہائے کرام نے اسی علم کے ذریعے اوقاتِ نماز کا پیشگی تعین کرکے اور آفاقی نمازیوں کو جہت قبلہ بتا کر یہ ظاہر کر دیا کہ علم کسی بھی فن کا ہو اگر اصول و ضوابط صحیح ہوں اور حقائقِ نفس الامر کے مطابق اس کی رعایت ہو تو وہ دین و شریعت کا خادم ہے نہ کہ اسلام کا مخالف، فی نفسہ علم میں حسن ہے نہ کہ قباحت، اگر کسی علم میں حقیقت نفس الامر کے خلاف کچھ مواد داخل ہو چکے ہوں تو اس خاص مسئلہ میں وہ علم نہیں بلکہ جہل محض ہے، ان ہذیانات کے سبب اس پورے فن کو جہالت کا پلندہ نہیں کہا جائے گا، یہی وجہ ہے کہ ہمارے فقہائے کرام نے وقت ضرورت کسی بھی علم سے افادہ و استفادہ سے گریز نہیں کیا۔

بلکہ اس سے دین و ملت کی عظیم خدمات حاصل کیں، عموما براعظم ایشیا سے یوروپی اندولس تک اس میں قابل فخر محققین کی ایک طویل نورانی قطار پر منور کہکشاں کو بھی رشک ہو رہا ہو گا، فقہائے کرام کے ان محققین نے فلکیات و دیگر علوم معقولات سے بہت سے کام لئے لیکن توقیت کے شعبہ میں ان کا کوئی ایسا نمایاں کارنامہ نظروں میں نہیں جو مستقلاً ایک موضوع یا فن کی حیثیت سے اپنے کو منوانے پر کسی کو مجبور کر دے، کسی نے نصف النہار پر کچھ تحریر کیا تو کسی نے طالع و غارب کی نشاندہی پر ہی اکتفا کر لیا، کسی نے شفقِ احمر و ابیض کو قلمبند کیا تو کسی نے صبح کاذب اور صادق میں رہنمائی کی، اسی طرح فلکیات کے اور شعبہ جات کا حال بھی توقیت سے مختلف نہیں تھا، جہت قبلہ پر کتب فقہ میں اس علم کے ذریعہ جو رہبری پائی جا رہی ہے زیادہ تر اس کا انحصار، دائرہ ہندیہ، پر ہے پوری ہیئت اسی کا طواف کرتی نظر آرہی ہے۔

یہ دراصل ہندی منجمین کا ایجاد کردہ ایک ایسا دائرہ ہے جسے انہوں نے نصف النہار اور سمت بلاد کی دریافت کے لئے آلۂ کار کے طور پر ایجاد کیا تھا، ایک ہموار مسطح زمین پر وہ دائرہ بنایا جاتا ہے، یہ جس قدر وسیع ہو گا استخراجِ مطالب میں اسانیاں بڑھتی جائیں گی، بالفرض دس فٹ قطر کا اگر یہ دائرہ بنایا جائے اور سات فٹ طویل ایک سیدھی لکڑی مرکزِ دائرہ میں منصوب ہو تو طلوعِ آفتاب کے ساتھ اس کا ایک طویل سایہ مرکزِ دائرہ سے مغرب کو بیرونِ دائرہ کافی دور تک نظر آئے گا، جو ارتفاعِ شمس کے ساتھ تناقص پذیر رہے گا رفتہ رفتہ بالتدرج اس کی تنقیص ہوتی جائے گی ایک وقت ایسا بھی آئے گا جب اس سائے کا آخری مغربی کنارہ بھی اس دائرہ کو مس کرتا ہوا اس کے احاطہ میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا، یہیں پر اس میں ایک نشان لگایا جاتا ہے، فقہائے کرام نے اس نشان کا نام، مدخلِ ظل، رکھا ہے، نصف النہار تک اس کے قد میں تنقیص کا تسلسل رہے گا، پھر اس میں آفزودگی شروع ہو گی اور ایکبار مشرق کی طرف دائرہ سے باہر نکلنے کے لئے اسی جدو جہد میں پھر مصروف ہو گا یہاں بھی نشان لگایا جاتا ہے، اصطلاحِ فقہ میں اس نشان کو، مخرجِ ظل، کہا جاتا ہے، مرکز سے، مدخل ظل، ایک خط رکھا جاتا ہے، اور دوسرا خط مرکز سے، مخرج ظل، تک پھر تیسرا خط، مدخل ظل، سے، مخرجِ ظل، ایک مثلث کے یہ تینوں ضلعے بن گئے، اس کے مرکزی

زاویہ کو دو حصوں پر تنصیف میں شمال و جنوب ایک چوتھا خط بن جائے گا، اب وہاں کے لئے جہت کا ادراک تو سہل ہو ہی گیا، ساتھ ہی لکڑی کا سایہ جب خط شمال و جنوب پر منطبق ہو تو وہی وہاں کا وقتِ نصف النہار بھی سامنے آ گیا۔

فقہ کی کتابوں میں ہمارے علمائے کرام اس دائرہ ہندیہ کو پڑھاتے رہتے ہیں، مدرسینِ مدرسہ طلبہ کی ذہن نشین بھی اس طرح کرا دیتے ہیں کہ یہ دائرہ کتاب میں ہی نہیں بلکہ طلبہ کے ذہن میں بھی منقش ہو جاتا ہے، فقہائے کرام نے اس سے بھی ہیئت کا کام لیا ہے، اس کا طریقہ کچھ اس طرح ہے کہ دائرہ ہندیہ کو اس آبادی کا افق بلد تصور کیا جائے جسے استقبالِ قبلہ مطلوب ہو پھر کعبہ معظّمہ کے محل وقوع کا طول و عرض میں تعین کیا جائے اور اس دائرہ میں اس کی بھی نشاندہی کریں مثلاً آبادی کا عرض 16 درجہ 25 دقیقہ ہے تو کعبہ معظّمہ سے عرض میں تفاوت پانچ درجے کا آیا کہ شہر مقدس کا عرض 21 درجہ 25 دقیقہ ہے، اسی طرح ان دونوں مقام کے طول میں تفاوت حاصل کریں مثلاً آبادی کا طول مشرقی 79 درجہ 45 دقیقہ ہے تو فصل طول چالیس درجہ آیا کہ طول مکہ مکرمہ 39 درجہ 45 دقیقہ ہے۔

لہٰذا عرض کا تفاوت پانچ درجہ طول کا تفاوت چالیس درجہ دونوں میں نسبت ایک اور آٹھ ہے اب دائرہ ہندیہ سے اوّلا نصف النہار کا تعین کریں جو یہاں خط شمال و جنوب ہے پھر زاویہ قائمہ پر محلِ آبادی میں متقاطع اس نصف النہار پر دوسرا خط مشرق و مغرب بنائیں یہی خط اعتدال ہے، اب نقطہ تقاطع سے پانچ درجہ کے بعد شمالی پر خط اعتدال کے محاذی دوسرا خطِ اعتدال بنائیں اس کا گزر مکہ مکرمہ سے ہوگا وہاں بھی مکہ مکرمہ میں شمال و جنوب ایک دوسرا خط بنائیں اب یہاں ایک مستطیل شکل سامنے ہوگی اور اس کا ہر ایک زاویہ 90 درجے کا ہوگا ان خطوط اربعہ کو اگر دیوارِ خانہ فرض کریں تو مشرق یا مغرب کی دیوار جس مقدار میں طویل ہوگی اس کا آٹھ مثل طویل شمال یا جنوب کی دیوار ہوں گی خط اعتدال شمالی اور خطِ شمال و جنوب مغربی کا نقطہ تقاطع آغوش کعبہ میں ہوگا جبکہ خطِ شمال و جنوب مشرقی اور خطِ اعتدالِ جنوبی کا نقطہ تقاطع محلِ آبادی ہے اب اس مقام سے مکہ مکرمہ تک اور ایک ایسا خط بنائیں جو اس شکلِ مستطیل کو دو مثلث میں تقسیم کردے اب مثلث کے ایک زاویہ حادہ میں کعبہ تو دوسرے میں وہ آبادی ہے، جبکہ یہ پانچواں خط سابقہ چاروں خطوط سے اطول ہوگا یہی استقبالِ قبلہ ہوا، یہاں کے استقبالِ قبلہ میں یہی انحراف وانصراف ہے، کتب فقہ میں نصف النہار اور استقبالِ قبلہ کے لئے اسی سے کام لیا جاتا رہا اسی کے بارے میں سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''کتب متداولہ ہیئات میں جو طریقۂ معرفتِ سمت کا لکھا جسے سید المحققین علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف نے تحقیقی گمان فرمایا اور عند التحقیق تحقیق نہیں تقریب ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ جلد 3 ص 39)

فاضل بریلوی کا یہ بیان دائرہ ہندیہ کے بارے میں ہی ہے، اسی سے متعلق سید المحققین علامہ میر سید شریف قدس سرہ الشریف نے تحقیقی گمان فرمایا تھا اور اس سے استخراج کردہ استقبالِ قبلہ کو انھوں نے محقَق قرار دیا تو اس پر محقق بریلوی نے اسے تحقیقی نہیں بلکہ تقریبی ہونے کی نشاندہی فرمائی، اس لئے کہ عام انسان تو اس طریقۂ استخراج کو قبول کرنے میں سرعت کا اظہار کرینگے ہی کیونکہ عموم ذہن وفکر کے لئے اس کو قبول کرنا بہت آسان ہے کہ ہر ایک ذہن کے لئے اپنے تصورِ قامت اور تصورِ حالتِ قیام دونوں کا انطباق کچھ دشوار ہے بلکہ جسے ان دونوں کا ادراک ہوگا اس کے سامنے یہ بھی منکشف ہو جائے گا کہ دائرۂ ہندیہ سے نصف النہار کا استخراج تو سہل اور تحقیقی ہے لیکن تعینِ سمت محقق نہیں بلکہ مقرب ہے، یہ طریقہ وہاں تو صحیح صحیح رہنمائی کرے گا جب ہمارا قیام فرش مسطح پر ہو، جبکہ زمین مسطح نہیں بلکہ ایک کرہ ہے درمیانِ سطح مستوی کے مشرق ومغرب کا خط مستقیم جس نے اس سطح کو شمال و جنوب دو برابر حصوں میں تقسیم کیا، اسے خط استوی فرض کرنے پر اس سے شمال میں ایک فٹ کے فاصلہ پر ایک نقطہ فرض کریں، جو کسی آبادی کا قائم مقام ہو،

اس آبادی سے مغرب کو ایک فٹ کے فاصلہ پر دوسرا نقطہ رکھا جائے استویٰ سے جس کا فاصلہ ڈیڑھ فٹ کا ہو تو یقینا پہلے نقطہ سے دوسرا نقطہ شمالی اور دوسرے سے پہلا جنوبی ہوگا، کہ ان نقطوں کا فاصلہ جس مقدار میں استویٰ سے شمالی یا جنوبی ہوگا وہی بعد ان کے مشرق ومغرب کو بھی حاصل رہے گا کہ سطح مستوی پر خط مقسم سے شمالی یا جنوبی مفروضہ نقطہ کا جو بعد اس کے استویٰ سے ہوگا، اسی کے مطابق اس کے مشرق ومغرب کے بعد میں بھی شمال یا جنوب کی طرف زیادتی ہوگی، جبکہ ہمارا معاملہ سطح مستوی کا نہیں بلکہ کروی کا ہے ہمارے مشرق ومغرب ہمارے نصف النہار کے دونوں قطب ہیں جو عرض صفر میں واقع ہیں، ان دونوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی عرضِ آبادی چاہے قطب شمالی یا قطب جنوبی سے قریب تک واصل ہو، اس لئے کہ یہاں عرض آبادی کی زیادتی کے مطابق انسانی قد کا جھکاؤ بھی قطب ظاہر کی طرف ہوتا جائے گا یہی وجہ ہے کہ خط استویٰ اور قطب میں کھڑے دو آدمیوں کے پیروں کے مابین جو فاصلہ ہوگا اس کے مقابلہ میں ان دوں کے سروں کے درمیان کا فاصلہ زائد ہوگا۔

ہاں دائرہ ہندیہ سمت قبلہ کے لئے چند ایسے مقامات کی درست رہنمائی کرے گا جو فصل کم میں عدیم العرض ہوں، نہ کہ روئے زمین کے ہر ایک مقام کے لئے، مثلاً فصل زائد کا ایک مقام جو عرض جنوبی 45 درجہ میں ہے اور اس کا عرض موقع 30 درجہ تو اس کا استقبال قبلہ جنوبی ہوگا، لیکن یہ دائرہ ہندیہ جنوبی نہیں بلکہ شمالی قبلہ بتائے گا اس لئے کہ اس کا شمالی خط اعتدال جسے طوافِ کعبہ کا بھی شرف ملا ہے وہ اس آبادی کے نصف النہار میں اس سے 66 درجہ 25 دقیقہ شمال میں ہے لیکن عند التحقیق اس کا قبلہ شمالی نہیں بلکہ جنوبی ہے، اس لئے کہ اس مقام کا عرض موقع معلوم ہے 30 درجہ جبکہ حرمِ پاک سے فصل زائد ہے تو موقع عمود اس کے نصف النہار میں زیرینِ افق ہوگا اور اسی موقع سے پندرہ درجہ شمال میں مذکورہ مقام کی سمت القدم ہے جو اوّل السمٰوٰت میں واقع ہے اس سے موقع عمود جنوبی ہوا تو قبلہ بھی جنوبی ہوگا، اگرچہ روئے زمین پر اس کی جلوہ باری اس مقام سے 66 درجہ 25 دقیقہ شمالی ہے لہٰذا چند مقامات کی وجہ سے دائرہ ہندیہ سے استخراجِ جہت کو تحقیقی کہنا کیسے مناسب ہوگا، اس لئے امام احمد رضا نے اسے تقریبی فرمایا نہ کہ تحقیقی، استقبالِ قبلہ کی حاجت شدید سے شدید تر اور حاجت روائی کے آلات واسباب نہ ہونے کے برابر، ادھر اسلام کی سرحدیں روئے زمین کو بھی محیط ہوئیں نہ یہ حجاز مقدس میں ہی محدود اور نہ صرف خط استویٰ کے فصلِ کم میں ہی موجود، نماز کی فرضیت سے فرار کہاں، آفاقی کو جہت قبلہ بتانے کے ذرائع کہاں جبکہ مسلمانوں میں صرف جہت پر اطمینان نہیں استقبالِ قبلہ کی تلاش وجستجو میں بھی وہ سرگرداں ہیں۔

کعبہ کی جہات اربعہ کے باشندے مقابل نقاط جہات کو استقبالِ قبلہ متصور کریں تو ہر ایک کے استقبال میں کعبہ نہیں، کہ سب کے لئے جہت کا تعین ایک نہیں اور استقبالِ قبلہ کے استحقاق سے دست برداری کے حق میں بھی کوئی نہیں، جہات چار ہیں ان جہات میں مقامات لاکھوں ہیں پروانے کڑوڑوں ہیں اور شمع منور صرف ایک ہے، ستاروں سے رہنمائی حاصل کرنے کا مستحق بھی ہر ایک نہیں کہ ان کی رفتار پر سب قابض نہیں اور ہر ایک کو ان ستاروں کی امتیازی خصوصیات حاصل نہیں، جب رہنما ستارے ہی ممتاز نہیں تو پھر ان سے رہبری کی امید کا کیا معنی؟ پھر منزلِ مقصود تو خواب ہی رہے گی، نیرین سے خاطر خواہ نتیجہ بھی کچھ مخصوص حضرات کے لئے ہے، جنھیں ان دونوں کی حرکتوں پر پوری واقفیت ہو، دشواریاں پھر بھی دامن گیر ہیں، کہ دونوں کے مشارق ومغارب سیکڑوں ہیں، دائرہ ہندیہ سے دو کام لئے جارہے تھے ایک نصف النہار کے استخراج کا دوسرا سمت بلاد کے تعین کا جبکہ اس سے سمتی مؤامرات کا حال کس قدر تحقیقات سے دور تھا اس ایک مثال سے اندازہ ہوجاتا ہے جس کی ایک جھلک اس مذکورہ مقام سے ہی نظر آگئی ہے جو فصل زائد اور پینتالیس درجہ عرض جنوبی کا میں نے پیش کیا تھا، جس کا عرض عمود تیس درجہ کا تھا اور اس دائرہ ہندیہ سے توقیت کا حال بھی سب پر عیاں ہے کہ نصف النہار کے علاوہ صبح کاذب، صبح صادق، طلوعِ آفتاب، ضحوۂ کبریٰ، وقت ظہر، وقت عصر شافعی، بقیہ ص ۲۲ / پر

از: مفتی محمد عابد حسین رضوی *

عقیدے کا سفر اجمیر سے بریلی تک

عقائد اہل سنت کا اثبات حضور غریب نواز کے ارشاد و عمل کے آئینے میں

اسلاف و اخلاف

انسان اشرف المخلوقات پیدا ہوا ہے اور اس کا مقصود اصلی ذات باری تعالیٰ ہے جس نے باری تعالیٰ کو پالیا اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ اس نے بنی نوع انسانی کو اس کے مقصد سے آشنا کر دیا، ہر دور میں رشد و ہدایت کا چراغ بھیجا جس نے کفر و ضلالت کی تاریکیوں میں ایمان و ہدایت کی روشنی پھیلا دی لاکھوں انبیائے کرام اور نائبین عظام نے اس فرش گیتی پر تشریف لا کر دلوں کی دنیا کو آباد کیا، گم گشتگان راہ کو راہ راست پر لایا اور انہیں مقصود حقیقی تک پہنچایا ہے اس سلسلۃ الذاہب کی ایک کڑی کا نام نامی اسم گرامی خواجہ خواجگان غریب نواز ہند ولی معین الدین حسن سنجری ہے۔

خواجہ غریب نواز ایک جامع الصفات برگزیدہ عطار سول فنافی الرسول اور فنافی اللہ شخصیت کا نام ہے، جس کی چشم عالم کے چھپ جانے کے بعد بھی شان رہبری باقی ہے اپنی ظاہری حیات میں رہے تو درمندوں کی مشکل کشائی و حاجت روائی کرتے رہے بیماروں کو شفا بخشتے، گم گشتگان راہ کو ہدایت اور بدعقیدوں کو راہ راست پر لاتے رہے اور پردہ فرمانے کے بعد بھی مرادوں سے دامن کو بھرتے نظر آتے ہیں آپ کا وہ بافیض دربار ہے کہ غریب کہ آتے ہیں اور غریب نواز ہو جاتے ہیں، محتاج آتے ہیں اور غنی بن کر جاتے ہیں جسم کا مریض آیا اور شفا لے کر پلٹا، دل کا مریض آیا کفر و ضلالت سے شفایاب ہو کر گیا بدعقیدہ آیا اور اچھا عقیدہ والا ہو گیا، آپ کی ایک نگاہ ناز پڑتی ہے تو کفر و بدعقیدگی کا سارا طلسم ٹوٹ کر رہ جاتا ہے، آپ کے نزدیک وہی دین معتبر و محبوب ہے جو آپ کے آقا کو محبوب ہے آپ کو وہ عقیدہ ہرگز پسند نہیں جو آپ کے محبوب کے نزدیک مردود ہے، جس کے اندر بھی اسلام کے خلاف عقیدہ پایا، اپنی نگاہ کیمیا اثر ڈالی اور توبہ کرایا آپ سے اہل سنت والجماعت کے عقیدے کو خود بھی اپنایا اور دوسروں کو بھی اسی ڈگر پر لا گڑا کیا، یہی وجہ ہے کہ جب آپ خرقان، استر آباد اور ہرات ہوتے ہوئے سبروار پہنچے تو وہاں شہر کا حاکم محمد یادگار نامی شخص تھا آپ نے اسے اس کی بدعقیدگی سے توبہ کرا کر اہل سنت والجماعت میں داخل کر دیا بلکہ ولی کامل بنا دیا راوی بیان کرتا ہے کہ: جب آپ سبزوار پہنچے تو دیکھا کہ وہاں کا حاکم محمد یادگار نامی ایک نہایت سخت مزاج، کج خلق، بدطینت اور بدعقیدہ شخص ہے حضرت خواجہ نے یہ تہیہ کر لیا کہ آج اسے اس کی بد مذہبیت سے توبہ کرانا ہے اور اللہ و رسول عزوجل ﷺ تک پہنچانا ہے چنانچہ محمد یادگار نے ایک ماہ کے اندر بہترین مکان اور حوض وغیرہ بنوایا تھا اور کسی کی مجال نہ تھی کہ اس باغ میں پہنچ جائے، اگر کسی کو دیکھ لیا تو اسے سخت اذیت و سزا دے کر نکالا جاتا ہے، مگر حضرت خواجہ نے اسی باغ میں قیام فرمایا اسکے حوض میں غسل فرمایا اور دو رکعت نفل ادا کر کے تلاوت قرآن میں مشغول ہو گئے، اسی وقت محمد یادگار اس باغ میں آ رہا تھا، آپ کا خادم بارگاہ میں حاضر ہو آیا اور کہا کہ امیر شہر باغ میں آ رہا ہے، اس کے فراش پہنچ گئے ہیں اور یہ امیر شہر ایک بدعقیدہ اور نہایت بدمزاج و بدتمیز شخص ہے، کسی کو نہیں بخشتا، مصلحت یہی ہے کی یہاں سے چل چلا جائے، لیکن ان باتوں کی آپ نے کچھ پرواہ نہ کی اور خادم سے کہا کہ فلاں درخت کے نیچے بیٹھ جائے۔ خادموں نے حوض کے ارد گرد قالین بچھانے شروع کر دئے لیکن ان کے دل میں حضرت خواجہ کی اس قدر ہیبت پیدا ہو گئی کہ کوئی بات منہ سے نہ نکال سکے، اتنے میں محمد یادگار بھی آ گیا اور حضرت خواجہ کو دیکھ کر آگ بگولہ ہو گیا اور چاہا کہ حضرت کو وہاں سے بزور نکال دے، مگر آپ نے ایک نگاہ لطف ڈالی جس سے اس کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا، اس کا رنگ

* مضمون نگار دار العلوم فیض العلوم جمشید پور جھارکھنڈ کے مفتی و استاذ ہیں۔

فق ہو گیا اور لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑا اس کے خدام پر بھی یہی حالت طاری تھی اور سب آپ کے قدموں پر گر رہے تھے، آپ نے خادم سے فرمایا کہ حوض سے تھوڑا سا پانی لے کر اس کے منہ پر ڈال دے پانی پڑتے ہی وہ ہوش میں آیا اور اٹھکر خواجہ بزرگ کے قدموں میں گر گیا، آپ نے فرمایا اب تو برے عقائد سے باز آ، اس نے عرض کیا کہ واللہ میں اپنی خواہشات دنیوی واخروی سے باز آیا حاصل کلام یہ کہ سیدنا معین الدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ ہر برے عقیدے کو ناپسند فرماتے تھے خواہ سب سے اوپری سطح کا ہو جیسے کفر و شرک یا اس سے نیچے کا ہو جیسے صلح کلیت بدعقیدگی و بدمذہبیت اور آپکا مشن ہی یہ تھا کہ اسلام کی عموماً اور اہلسنت والجماعت کی خصوصاً اشاعت ہو۔

راقم الحروف اس مختصر سے مضمون میں آپ کے اسی پہلو کو اجاگر کرنا چاہیگا کہ آپ نے اہل سنت و جماعت کے عقائد کو کس حدتک فروغ دیا ہے۔ قریباً ایک صدی سے اہلسنت و جماعت (بریلوی) اور دیگر مکاتب فکر کے درمیان یہ مسائل نزعی صورت ختیار کئے ہوئے ہیں کہ انبیا کرام اور اولیاء عظام علیہما الصلوۃ والتسلیم ورضی اللہ تعالیٰ عنھم کو مافوق الفطرۃ تصرف واختیار حاصل ہے یا نہیں؟ بعد وفات انہیں زندگی حاصل ہے یا نہیں اہل مزار سے مرادیں مانگنا اور ان سے فیوض وبرکات حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ انہیں اللہ تعالیٰ کی عطا سے علم غیب حاصل ہے یا نہیں، اہل سنت و جماعت (سنی بریلوی) کا کہنا ہے کہ ان محبوبان بارگاہ الٰہی کو ہر چیزیں حاصل ہیں اور مسلمانوں کا ان امور کی بابت عقیدہ رکھنا مطابق قرآن وحدیث ہے اسکے برخلاف دوسرے مکاتب فکر کے افراد ان سب کو ناجائز وحرام ہی نہیں، شرک و بدعت تک پہنچا دیئے ہیں۔ راقم نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے اس معدود متبرک موقع اس موضوع کو اس لئے اپنایا ہے کہ اگر ثابت ہو جائے کہ آج جو بریلویوں کے عقائد ہیں یہ وہی ہیں جو خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے تھے اور آپ نے انہی عقائد حقہ کی ترویج واشاعت اپنے قول وفعل سے کی تو جو لوگ کہ حضرت خواجہ قدس سرہ کی محبت کا دم بھرتے اور اسکے باوجود تذبذب کا شکار ہو جاتے ہیں انہیں اطمنان قلب حاصل ہو اور ان عقائد میں افتراق کو چھوڑ کر اتحاد والتفاق کی مصلح۔ راہ اختیار کریں۔ ہمارا نظریہ ہے کہ ان اختلافی مسائل میں حضرت سیدنا خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو فیصل مان لیا جائے تو اختلاف ختم ہونے میں دیر نہ ہوگی، آئیے مذکورہ مسائل وعقائد کا حل سلطان الہند کی حیات طیبہ اور ارشاد وعمل میں ہم تلاش کریں۔

تصرفات واختیارات خواجہ ہندالولی

اس میں کوئی شک نہیں کہ تصوف ایک بہترین راہ ہے جو انسان کو صاحب کمال اور خدارسیدہ بنا دیتا ہے۔ تصوف کے رنگ میں جو رنگ جاتا ہے اسکے دل میں خوف الٰہی، تزکیۂ نفس طہارت و پاکیزگی آجاتی ہے اور سیرت و کردار اور حسن واخلاق کا نمونہ بن جاتا ہے۔ اسکی حقانیت اور اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ وقت کے سارے اولیاء اللہ اس سے جڑے رہے ہیں، اسکے باوجود کچھ افراد اسکی حقانیت کے منکر بھی پائے گئے ہیں، اسکی وجہ ظاہر ہے کہ جو تصوف کی حقیقت سے ناواقف ہے اور اس کی چاشنی کو نہیں پاسکا وہ دھڑلے سے انکار کر بیٹھے گا، مشہور ہے کہ وقت کے عظیم محدث حضرت علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک زمانہ تک تصوف اور اسکے اندر آنے والے حال کے منکر تھے مگر جونہی حضوت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محفل میں ائے حضرت نے نگاہ تصوف ڈالی اور قال کے بعد حال کی چاشنی کا جام پلایا تو دل کی دنیا زیر وزبر ہوگئی۔ اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور اپنے باطل نظریہ سے توبہ کر کے آپکے قدموں میں گر گئے پھر تو اسکی خوبی کے مداح ہو گئے۔۔۔اسی طرح خواجہ قدس سرہ العزیز کے زمانے میں مولینا ضیاء الدین تصوف، راہ سلوک اور اطوار صوفیہ کرام کے منکر تھے اور خوبیوں کے متصرف ہونے کے بجائے اہل تصوف کا شدت سے رد کرتے تھے۔ مگر خواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تصرفات نے جب اپنا کمال دکھایا تو وہ اپنے باطل نظریئے سے توبہ کرتے نظر آتے ہیں۔۔۔ حضرت عبدالرحمان چشتی (متوفی ۱۰۹۴ھ) رقمطراز ہیں، وہاں مولینا ضیاء الدین حامد حکیم بلخی رہتے تھے جو تصوف پر ہرگز یقین نہ رکھتے تھے بلکہ اہل تصوف سے شدت سے پیش آتے

تھے اور بالکل منکر تھے، ایک دن خواجہ بزرگ درخت کے نیچے نماز پڑھ رہے تھے اور خادم کباب تیار کر رہا تھا اتفاق مولیٰنا ضیاء الدین کا وہاں سے گذر ہوا۔ جب حضرت خواجہ نماز سے فارغ ہوئے تو مولانا ضیاء الدین نے آکر سلام کیا اور بیٹھ گئے اور خادم نے کباب لاکر سامنے رکھ دیئے۔ آپ کچھ کباب انکے سامنے رکھے۔ کھاتے ہی تمام اعتراضات ان کے دل اور نور معرفت چمکنے لگا، بے اختیار ہو کر خواجہ بزرگ کے قدموں میں گر گئے اور بیعت سے مشرف ہوئے دوسرے دن انہوں نے اپنا سارا کتب خانہ نالی میں پھینک دیا اور اسباب دنیا سے الگ تھلگ ہو کر مجاہدات وسلوک میں مشغول ہو گئے، ان کے تمام شاگرد بھی تائب ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے۔

سبحان اللہ حضرت خواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نسبت رکھنے والے کباب کا جب عالم یہ ہے کہ سینے کی بیماری، تصوف جسے حق و سچافن سے حدو کینہ اور اعتقاد کو ملیامیٹ کر دینا ہے تو آپکی ذات کا عالم کیا ہوگا۔ اس سے اہل سنت و جماعت کے اس عقیدے کا اثبات ہوتا ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کو مافوق الفطرت اللہ تعالیٰ کے طرف سے قدرت ملی ہے وہ بلاشبہ تصرفات واختیارات کے مالک ہوتے ہیں اور دل کی دنیا پر ان کی حکومت کچھ اس قدر ہے کہ جب چاہیں باذن اللہ اسے زیروزبر کر دیں امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ اجمیر کے عقیدے کی اس آواز کو اپنے سینے میں محفوظ کر لیتے ہیں اور اسکا اظہار یوں کرتے ہیں۔ ؎

غرض آقا سے کہوں کہ ہے تیری پناہ
بندہ مجبور ہے خاطر پہ ہے قبضہ تیرا

معلوم ہوا کہ اہل سنت وجماعت کا عقیدہ وایمان وہی ہے جو حضرت خواجہ قدس سرہٗ کا تھا عقیدے کی ہم آہنگی بریلی مارہرہ مطہرہ، بدایوں، کچھوچھہ مقدسہ، خیرآباد اور مبارکپور میں ملتی ہے نہ کہ دوسرے مکاتب فکر کے مراکز میں، ان واقعات وشواہد کو پڑھنے کے بعد اپکا ضمیر خود ہی پکار اٹھے گا کہ نبیوں اور ولیوں کے تصرفات واختیار کے تعلق سے مسلک اہل سنت کا عقیدہ خود ساختہ نہیں بلکہ اجمیر سے چل کر بریلی پہونچا ہے اور فدایان خواجہ کے دل ودماغ میں رچ بس گیا ہے۔

تصرفات خواجہ کی دوسری مثال

جب آپ نے اجمیر مقدس میں اپنا قدم رکھا تو راجہ رائے پتھورا آپکی کرامات اور خوارق عادت دیکھ کر ششدر رہ گیا، اپنی جاہ وحشمت کی خاطر وہ اپنی زبان سے کچھ نہیں کہتا تھا لیکن دل میں وہ ملک ہندستان کی بادشاہی سے ہاتھ دھو چکا تھا جب جیپال جوگی خواجہ بزرگ کے کمالات وکرامات کا مشاہدہ کر کے پشیماں ہوا اور اسلام لایا اور حضرت خواجہ کا حلقہ بگوش غلام بن گیا تو رائے پتھورا مجبور گیا اور آپکے خادمان کو ضرر پہنچانے کے منصوبے بنانے لگا لیکن جونہی اس کے دل میں یہ خیال فاسد آتا تھا وہ نابینا ہو جاتا تھا اور جب اس خیال سے توبہ کرتا تھا تو بینا ہو جاتا۔

واقعہ کے حصہ کو بار بار پڑھئے، بعدہ آپ اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتے کہ جب حضرت خواجہ قدس سرہ العزیز یا آپ کے خدام کے بارے میں صرف برے خیال سے انکھیارا اندھا ہو جاتا ہے اور اندھا انکھیارا تو اگر آپ اپنی قوت واختیار اور مافوق الفطرت طاقت کو استعمال میں لے آئیں تو دشمن کا کیا حال ہوگا اور ہوا بھی ایسا ہی کہ ایک مرتبہ فرمایا: پتھورا را زندہ بدست لشکر اسلام دادم پھر تو دنیا والوں نے اپنے سر کی انکھوں سے دیکھا کہ اس نحیف و ناتوں (جسمانی طور پر) انسان رائے پتھورا جیسے بہادر ہیکل اور لاکھوں کی تعداد میں افواج کثیرہ رکھنے والے شخص کو زندہ گرفتار کر لیا اور شہاب الدین غوری کے ہاتھوں میں دے دیا پھر انھوں نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

تیری مثال

ہندستان کفر کی کان میں رہتے ہوئے حضرت خواجہ قدس سرہ کے خدام پانچ وقت اذان دیتے تھے اور نمازیں باجماعت ہوتی تھیں یہ دیکھ کر کفار جلتے تھے، انھوں آپ کے خدام کو نقصان پہنچانے کی بہت کوشش کی لیکن جونہی یہ خیال فاسد لیکر باہر نکلتے ان کے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا اور مجبور ہو کر رہ جاتے تھے، ایک دن ایک سخت دل کافر خنجر بغل میں چھپا کر خواجہ بزرگ پر ہاتھ صاف کرنے کی غرض سے آیا اور آکر آپ کے سامنے بیٹھ گیا

آپ نے فراست سے اسکا ارادہ معلوم کرلیا اور اس سے فرمایا کہ خنجر کیوں نہیں چلاتے، میری گردن حاضر ہے۔ یہ سنتے ہی اسکے جسم میں لرزہ طاری ہو گیا۔ خنجر نکال کر ایک طرف پھینک دیا اور حضرت خواجہ کے قدموں پر گر گیا۔ اسکے بعد اس نے توبہ کی اور مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

حدیث شریف میں ہے: اتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنور الله۔ مومن کی فراست سے ڈرو اسلئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔ مومن سے مراد مومن کامل یعنی ولی اللہ ہے، ولی اللہ کی فہم وفراست اور دانائی عطیہ الٰہی ہے کہ اسکے بعد اس پر الہام کا ورود ہونے لگتا ہے۔ ایک عیسائی مذکورہ حدیث پڑھنے کے بعد ایک زمانے تک اس سلسلے میں متحیر رہا کہ فراست مومن کیا چیز ہے یہ طے کرلیا کہ جو شخص اسکا مطلب بتا دے گا اسکے ہاتھ پر ایمان لے آؤنگا برسوں گھومتا رہا علمائے کرام سے پوچھتا رہا لیکن کہیں حل نہیں نکلا۔ ایک مرتبہ صلیب پہنا اور زنار باندھا اور اسے چھپا کر حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں پہنچا۔ دریافت کیا کہ فراست مومن کیا چیز ہے فرمایا فراست یہ ہے کہ تو صلیب اور زنار کو توڑ دے اور اسلام لے آ، اس نے فوراً زنار اور صلیب کو توڑ دیا اور اسلام قبول کرلیا، حدیث شریف میں ہے کہ جب حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو کفار مکہ تاک ہی میں تھے کہ کسی طرح آپ کو شہید کر دیا جائے اسکے لئے طرح طرح کے منصوبے بنائے، اسی منصوبے کے تحت جب آپ تبلیغ اسلام کے لیئے بازار گئے تھے ایک کافر مسلمانوں کے ساتھ اسلامی شکل وصورت اور ہیئت بنا کر آیا اور بغل میں تلوار چھپائے ہوا تھا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تو حسن ارادہ سے آیا وہ کام کرلیا تو اس ارادے سے نہیں آیا ہے اتنا کہنا تھا کہ اسکے ہاتھ میں کپکپی طاری ہو گء اور آپکے قدموں میں گر گیا، ولی نبی کا مظہر ہوتا ہے اور ولایت نبوت کا پرتو وعکس ہوتی ہے۔

ماہتاب اجمیر سے محدث بریلوی کو محبت

آج کے اس پرفتن دور اور ہوش ربا ماحول میں اہل بدعت معاندین دین وسنت نے جہاں خیابان دین محمدیہ کی شان کو گھٹانے کیلئے اور طرق اپنائے وہیں سرزمین ہند پر امت مرحومہ کا شیرازہ منتشر کرنے کیلئے ماہتاب اجمیر حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ اور مجدد اعظم امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کے درمیان ایک خط فاصل کھینچنے کی سعی لاحاصل کی ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا ایک سچے عاشق رسول کا نام ہے، ان کی زندگی کا نصب العین ہی محبت خدا اور عشق مصطفیٰ تھا، بزرگوں سے عقیدت ومحبت اور ان کی تعظیم بجالانا ان کی زندگی کا ماحصل تھا۔

سرکار اعظم خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ والرضوان امام احمد رضا کی نظر میں کس شان کے ولی ہیں، ان کی بارگاہ میں کس طور سے سوغات محبت پیش کرتے ہیں، ان کے دربار عالیہ میں حاضر ہو کر کس شان سے عقیدت ومحبت کے پھول نچھاور کرتے ہیں ان شاء اللہ آنے والے سطور میں ملاحظہ فرمائیں گے، عاشق رسول شیدائے آل رسول امام احمد رضا خواجہ ہند کے خصائل حمیدہ اور درجات رفیعہ کو ایک فتوے کا جواب دیتے ہوئے کس حسین پیرائے اور مؤدب وجامع الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

آپ رقمطراز ہیں کہ،، حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضرور دستگیر ہیں اور حضرت سلطان الہند معین الحق والدین ضرور غریب نواز ہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ، جلد یازدہم ص ۴۳ ناشر رضا اکیڈمی)

مذکورہ بالا عبارت سے جہاں یہ واضح ہوتا ہے کہ امام احمد رضا خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے عشق کی حد تک پہنچے ہوئے شیدائی ہیں کہ بہر تقدیر ان کا دفاع کرتے، ان کی قرار واقعی شان اجاگر کرتے اور ان پر کئے گئے اعتراضات کا دنداں شکن جوابات دیتے ہیں، وہیں حضرت خواجہ کے سلطان الہند، دین کے مددگار اور غریب نواز ہونے کی بھی وضاحت ہوتی ہے۔

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ محب کو محبوب کی ہر شی سے محبت ہوتی ہے اور ہونی بھی چاہیئے کہ یہ محبت کا تقاضا، شان عشق اور اشد حباً کا اعلیٰ نمونہ ہے عشق کے راہی امام العشاق حضرت محدث بریلوی قدس سرہ نے اس مفہوم کو قلمی لسانی اور عملی، طور پر کر کے دکھایا کہ جہاں آپ حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ والرضوان سے حد درجہ محبت رکھتے تھے وہیں ان کے شہر سے بھی کافی محبت والفت

رکھتے ہیں، بلکہ ان سے محبت کرنے والے اور ان سے نسبت رکھنے والے کو داد تحسین دیتے، اور جو ان سے بغض وحسد اور نفرت رکھتے ان کو مبغوض قرار دیتے ہیں یہ دیکھئے! وہ شخص جس کا نام غلام معین بالدین اور غلام کا لفظ اپنے نام سے ہٹا دے نیز کوئی شخص اجمیر شریف کو شریف نہ جانے اس کے لئے امام احمد رضا قدس سرہ ایسا حکم واضح فرماتے ہیں جس سے اصل مسئلہ بھی منقح ہو کر سامنے آتا ہے اور حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کی عقیدت ومحبت بھی مترشح ہوتی ہے۔ جس کا اندازہ ذیل کی اس تحریر سے لگایا جا سکتا ہے جس کو امام احمد رضا نے ایک سوال کے جواب میں رقم فرمایا ہے۔

اجمیر شریف کے نام پاک کے ساتھ لفظ ''شریف'' نہ لکھنا اور ان تمام مواقع اس کا التزام نہ کرنا اگر اس بنا پر ہے کہ حضور سید نا غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ جی جلوہ افروزی حیات ظاہری و مزار پر انوار (جس کے سبب مسلمان اجمیر شریف کہتے ہیں) وجہ شرافت نہیں جانتا تو گمراہ بلکہ عدو اللہ ہے۔

صحیح بخاری شریف میں رسو اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: من عادی ولیا فقد اذنتہ بالحرب (جس نے میرے ولی سے دشمنی کی میں اس کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں)

اور اگر یہ ناپاک التزام بربنائے کسل وکوتاہ قلمی ہے تو سخت بے برکتی وفضل عظیم وخیر جسم سے محرومی ہے۔ کما افادہ الامام المحقق محی الدین ابوزکریا قدس سرہ فی الترضی اور اگر اس کا مبنی وہابیت ہے تو وہابیت کفر ہے۔ اس کے بعد ایسی باتوں کی کیا شکایت؟ ما علی مثلہ یعد الخطاء اور اپنے نام سے غلام کا حذف کرنا اگر اس بنا پر ہے کہ حضور غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم کا غلام بننے سے انکار واستکبار ہے تو بدستور گمراہ اور بحکم حدیث مذکورہ عدو اللہ ہے اور اسکا ٹھکانہ جہنم ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: الیس فی جھنم مثوی للمتکبرین۔ اور اگر بربنائے وہابیت ہے کہ غلام اولیائے کرام بننے والوں کو مشرک اور غلام محی الدین اور غلام معین الدین کو شرک جانتا ہے تو وہابیہ خود زندیق، بے دین، کفار ومرتدین ہیں، وللکفرین عذاب مھین، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۶ ص ۱۸۷ و ۱۸۸)

یقیناً مذکورہ بالا سطور کو محدث بریلوی قدس سرہ نے غایت درجہ عشق سلطان ہند میں ڈوب کر تحریر فرمایا ہے جبھی تو اس کا ہر لفظ ان کی الفت ومحبت کی غمازی کر رہا ہے، جس طرح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے لفظی اعتبار سے حضرت خواجہ ومرقد خواجہ کی رفعت شان کو بیان فرمایا ہے اسی طرح معنوی روحانی اعتبار سے بھی عقیدت وحقیقت کے ساتھ ان کے بلندی مقام کا تذکرہ فرمایا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے والد گرامی خاتم المحققین مفتی نقی علی خان قدس سرہ نے بہدف اور مجرب دعاؤں پر مشتمل ایک وقیع اور مایہ ناز کتاب لکھی ہے، جس کا نام ہے احسن الوعا لاداب الدعا، اسکی افادیت کو عام ونام کرنے کے پیش نظر اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اسکی شرح لکھی جس کا نام ''ذیل المدعا لاحسن الدعا'' رکھا ہے۔ ان میں خاتم المحققین اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے چوالیس (۴۴) مقامات مقدسہ کی نشاندہی کی ہے جس میں دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں۔ ان مقامات میں اعلیٰ حضرت نے ۹ ۳ نمبر پر حضور غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ انور کو شمار فرمایا ہے۔ آپ نے واضح فرمایا ہے کہ آپ کے مزار پر انوار کے پاس لوگوں کی دعائیں بہت جلد قبول ہوتی ہیں فرماتے ہیں، مدسی وہم مرقد مبارک حضرت خواجہ غریب نواز معین الحق والدین چشتی قدس سرہ غور فرمائیے اس اقتباس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ اقدس میں جس اس قدر عقیدت ومحبت کے نچھاور کئے ہیں اور خوب سے خوب تر القاب سے یاد فرمایا ہے وہ ارباب علم وبصیرت سے پوشیدہ نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اس نغمہ سنجی کے ذریعہ درخواجہ سے آپ کو انعام خسروی اور بے شمار فیوض وبرکات حاصل ہوکے، جس کا ذکر آپ نے الملفوظ میں بھی کیا ہے:

''حضرت خواجہ کے مزار سے بہت کچھ فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں۔'' (الملفوظ ص ۴۴ حصہ سوم)

اس عقیدت ومحبت سے لبریز جملہ کو پڑھنے کے بعد کسی مجال کو انکار نہ ہوگی کہ یقیناً آپ کو سلطان الہند سے حد درجہ محبت تھی، مزید یہ کہ آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ کے ساتھ ساتھ سیدنا معین الدین حضور غریب نواز چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسلسلے کی بھی اجازت یو خلافت حاصل تھی، وہ تیرہ سلاسل جن کی آپ کو اجازت وخلافت حاصل تھی ان میں سلسلہ چشتیہ بھی ہے، جیسا کہ "الاجازات المتینة" میں آپ نے اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔ بلکہ طالبان اجازت کو سلسلہ چشتیہ جدیدہ وقدیمہ کی بھی اجازت دیتے تھے علماء مکہ ومدینہ زادھما اللہ شرفا وعدلا کو بھی اسکی اجازتیں دیں جیسا کہ مذکورہ کتاب میں ہے۔ اس سلسلہ کی اجازت وخلافت ملنا اور دیگر طالبان کو اسکی اجازتیں عنایت کرنا اس بات کی طرف مشیر ہے کہ آپ مقبول بارگاہ خواجہ تھے اور ان کے عاشق وشیدا تھے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ متعدد بار بارگاہ خواجہ کی حاضری کے شرف سے مشرف ہوئے اور ان کے فیوض وبرکات سے مالا مال ہوئے، یہ حاضری کبھی بیداری اور کبھی خواب میں ہوئی، ذیل میں امام احمد رضا خان کی ہند کے سلطان کے تعلق سے واقعات درج کئے جارہے ہیں جس سے آپ کو حضور خواجہ غریب نواز سے کسی قدر عقیدت تھی اس پر خاصی روشنی پڑتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا جب اپنے دوے سفر حج سے تشریف لائے اور بمبئی پہنچے تو حضرت مولانا عبد السلام جبل پوری علیہ الرحمہ نے انہیں دعوت دی کہ حضور میرے گھر جبل پور تشریف لے چلیں تو اعلیٰ حضرت نے اپنے اس خاص محب اور عقیدت مند کی دعوت کو ترجیح نہ دیا اور نہ وہی اپنے گھر بریلی شریف کو، بلکہ ترجیح دی تو کس کو؟ وہی سرکار اعظم کو، دربار خواجہ میں حاضری کو، ان سے فیوض وبرکات لوٹنے کو، چنانچہ حضرت برہان ملت موصوف رقمطراز ہیں:

"اعلیٰ حضرت نے ممبئی سے بریلی شریف کا قصد کیا والد ماجد نے جبل پور تشریف لے جانے کیلئے عرض کیا تو فرمایا: ابھی تو اجمیر شریف حاضری دیتا ہوا بریلی جاؤں گا، انشاء اللہ پھر کبھی جبل پور آؤں گا۔" (اکرام امام احمد رضا ص۔ ۸۲)

قارئین نے کرام احمد رضا قدس سرہ کی دربار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا میں بیداری حاضری کا واقعہ ملاحظہ کیا، اب رو پائے صادقہ صالحہ کے راستے سے بھی ایک واقعہ خود امام احمد رضا کی زبانی ملاحظہ کرلیں، اصل واقعہ سے قبل یہ ذہن نشیں کرلیں کہ ماہ وربیع الاخر (ربیع الجیلانی) ۱۳۰۲ھ میں جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سیدنا غریب نواز قدس سرہ کے بالواسطہ مرید وخلیفہ محبوب الٰہی سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کے قصد سے بریلی شریف سے چلے تو پہلے بارگاہ غیاث پور کی خاک بوسی کی پھر تین دن کے بعد وہاں سے واپس ہوکر دہلی میں قیام کا عزم فرمایا، حضرت محبوب الٰہی کے دربار پر بہار میں حاضری دے کر ان کے فضل راسخ کی طرف متوجہ ہوئے اور ازراہ محبت وشوق حضرت کی مدح میں منقبت کے کچھ اشعار کا تحفہ پیش کیا، جب کہ اس سے قبل کثرت مطالعہ کے سبب آپ کی چشم مبارک میں ضعف آ گیا تھا اور درد بھی۔

الحمد للہ آپ کا یہ تحفہ بارگاہ محبوب الٰہی میں قبول ہوا بلکہ حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ کی بارگاہ اقدس میں بھی قبول ہوا اور حضرت خواجہ نے امام احمد رضا کو اپنی زیارت پر انوار سے شرفیاب فرمایا، خواب ہی میں امام احمد رضا نے روضۂ خواجہ کی خاک بوسی کی خاک در پاک خواجہ کو اپنی آنکھوں میں لگایا اور چہرے پر مل لیا، پھر کیا تھا وہ ضعیف ومرض جو چالیس دن تک علاج ومعالجہ کے بعد بھی ٹھیک نہ ہوا تھا، اس خاک پاک کی برکت سے دور ہوگیا، درد کافور ہوگیا اور بینائی سبھی اچھی ہوگئی۔

اب آئیے اصل واقعہ کو خود اعلیٰ حضرت کی زبانی ملاحظہ کیجئے جسے مجیر معظم کے داعیہ کے طور پر امام احمد رضا نے درج کیا:

"امابعد! گدائے سرکار غوثیہ، سگ کوئے قادریہ عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی، اللہ تعالیٰ اس کا حشر سگان مولیٰ میں فرمائے۔

غرض ہرداز ہے کہ فقیر نے ماہ مبارک ربیع الاخر ۱۳۰۲ میں سراپا طہارت، حضور پرنور صاحب فضل عالی، سلطان المشائخ محبوب الٰہی علیہ الرضوان الغیر المتناھی (ان پر رب کی بے پایاں رضا متوجہ ہو) کی زیارت کے قصد سے

بریلی سے شد رحال سفر کر کے بارگاہ غیاث پور کی خاک بوسی کی، تین دن بعد وہاں سے واپس آ کر شاجہاں آباد دہلی میں قیام کا عزم کیا اس سے قبل میری داہنی آنکھ میں کثرت مطالعہ کے باعث کچھ ضعف آ گیا تھا دل نے کہا آنکھ کی شفا وصفا کی امید پر دوائے چشم کے لئے طبیبوں کے پاس رجوع کیا جا سکتا ہے، میں نے دل کا مشورہ قبول کیا، لیکن چالیس دن تک پہاڑ کھودا، سوکھی گھاس بھی ہاتھ نہ آئی (کوئی چوہیا بھی نہ ملی) سلطان المشائخ رضی اللہ تعالی عنہ کے فضل راسخ کی جانب توجہ کی، ازراہ محبت وشوق حضرت کی مدح میں چند اشعار لکھے، رات کے وقت جب سر تکیے سے لگایا نیند آ گئی، اب خواب مجھے کس دروازے سے اور کس بارگاہ میں لے گیا؟ (وہ سنئے) ایک رنگین جنت نشاں مقام ہے جس کے جنوب میں مسجد ہے اور شمال میں ایک درگاہ ہے بخت رسا کے ہمراہ جب وہاں پہچا تو اس احاطے میں تین تربتیں نظر آئیں۔

قبلہ کی جانب حضرت کارساز خواجہ غریب، سلطان الہند وارث نبی قدس سرہ العزیز کا مزار باامتیاز ہے، اس کے پیچھے ایک ہاتھ کے فاصلے پر ایک ایسے چاند کی منزل ہے جس کی تابندگی سورج کی طرح ہے، جیسے آفتاب اور وقت چاشت اور چاند سورج کے پیچھے آئے، یعنی درجات بخشنے والے صاحب برکات سیدنا شاہ برکت اللہ مارہروی روح الملك القوی کا مخزن برکات مرقد مبارک ہے اس کی پشت پر ایک اور قبر ہے جسے میں نہ پہچان سکا۔

سر عقیدت کو قدم بنایا، جب پہنچنے کے قریب ہوا تو دیکھا کہ پہلے خواجہ بزرگ کا مزار پاک ہے میں پائتانے بیٹھ گیا اب کیا دیکھتا ہوں کہ مرقد کا بالائی حصہ چاک ہوتا ہے اور حضرت خواجہ اس کے اوپر قبلہ رو آرام فرما ہیں، چشم مبارک کھلی ہوئی ہے، قوی، تناور، دراز قامت شخصیت ہے رنگ سرخ ہے ساتھ ہی ایک دبدبہ اور شوکت ودلیری بھی عیاں ہے، آنکھیں کشادہ داڑھی کے بال سیاہ وسفید عیب سے دور محاسن سے بھرپور ذات مبارک ہے بے خود ہو کر دوڑا اور اپنے آپ سے بڑھ گیا وہ خاک پاک جو مزار کے چاک ہونے میں برآمد ہوئی تھی، چہرے اور آنکھ پر لگائی پھر کیا تھا اپنی خوش قسمتی پر ناز کرنے لگا اور سورۂ کہف کی تلاوت شروع کر دی، دروازۂ مسجد کے پاس چند مجاور میری تلاش پر ترش رو ہو گئے کہ نماز کا وقت ہے اور اس شخص نے تلاوت کا باب کھول دیا، میں نے اپنے دل میں کہا سبحان اللہ ایک بندہ ایک خواجہ کے سامنے قرآن کی تلاوت میں مصروف ہے، ان کے دل پر کیوں گراں ہو رہا ہے، اس خیال کا دل میں آنا تھا کہ حضرت خواجہ قدس سرہ کے لب اقدس پر تبسم کی شیرینی نمایاں ہو جاتی ہے، گویا مجھے اشارہ فرما رہے ہیں انہیں چھوڑ و تم پڑھو اور خبر دار ائے فقیر ان کی بات کا کچھ خیال نہ کرنا، اس التفات کی حلاوت نے میرے دل سے ان ترش رویوں کے انکار کی تلخی مٹا دی۔

اب مجھے یاد نہیں کہ: ربنا اتنا من لدنك رحمة و هيء لنا من امرنا رشداً ترجمہ: ائے ہمارے رب ہمیں اپنے پاس سے رحمت دے اور ہمارے کام میں ہمارے لئے راہ یابی کے سامان کر (کہف آیت ۱۰) تک پہنچا تھا، یا ینشر لکم ربکم من رحمتہ ویھیء لکم من امرکم مرفقا ترجمہ: تمہارا رب تمہارے لئے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں آسانی کا سامان بنا دے گا۔ (کہف آیت ۱۶) تک، کہ میری آنکھ کھل گئی اور وہ باب بند ہو گیا، بحمد اللہ، ادھر یہ خواب دیکھا ادھر مرض میں نمایاں تخفیف ہوئی، میں نے کہا یہ اس پاک تربت کی خاک ملنے کی برکت ہے اور حضرت خواجہ کی یہ بندہ نوازی حضرت محبوب الٰہی کی مدحت کی بدولت ہے۔" (مجیر معظم شرح اکسیر اعظم، ص ۱۰۹۔ ۱۱۴)

کیا خوب فیضان غوث وخواجہ ہے! محبوبان خدا خواب میں بھی قرآن مقدس کا تلاوت کرتے نظر آتے ہیں اور جیسا دیکھتے ویسا ہی پاتے ہیں، دکھیئے تو سہی، خاک تربت پاک آنکھوں میں ڈالا ضعف بصر ختم ہو گیا اور درد چشم سے آرام مل گیا، اسی لئے تو استاذ زمن فرماتے ہیں:

نہ ہو آرام جس بیمار کو سارے زمانے سے
اٹھالے جائے تھوڑی خاک ان کے آستانے سے

ص ۹ ۳ رکابقیہ..

ثم الصلوٰۃ علیٰ...... خیر الوریٰ الھادی
والآل معتمدی..... والصحب اسیادی
صلیّٰ علیہ ربی........ ماجادت الجوادی

نبی اکرم ﷺ کی ولادتِ باسعادت بلاشبہ گلشن ہستی کے لیے فصلِ نو بہار کی حیثیت رکھتی ہے۔آپ کی آمد آمد سے انسانیت کی مردہ رگوں میں فرحت ومسرّت کا تازہ خون دوڑنے لگا اور کائنات کا چپّہ چپّہ نورِ محمدی ﷺ سے جگمگانے لگا۔آپ کی ولادت طیّبہ کے وقت کے احوال کی منظرکشی کرتے ہوئے حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا خامہ فکر سلاست وفصاحت اور عشقِ رسالت کا یوں گوہرآب دار لٹاتا ہے:

حال العناء وحلّتِ السّرّاء
وُلد الضیاء فالکون وضّاء
صدح الھزار وغرّدت ورقاء
ولد الھُدیٰ فالکائنات ضیاء
المصطفیٰ تزھو بہ العّلیا!!!
وعلیٰ السماء تسمو بہ الغبراء
یا حبّذا مولد المختار من بشر
ما قدّرت للمصطفیٰ النّظراء !!
یا اوّل الکون انت ربیعہ
روض الدُّنیٰ بربیعھا زھراء (نغماتِ اختر،ص 12)

عشقِ ومحبّت کی زبان میں لکھا گیا یہ عربی سلام بھی عربی زبان وادب میں حضرت تاج الشریعہ کے مقامِ امتیاز کواجاگر کرتا ہے:

ھادی السبل یا منار سلام
عدد البر و البحار سلام
یا سراج المنیر من ربی
من بہ العالمُ استنارَ سلام
یا معینا لکل ملھوف!!!!!
خیر جار لذی استجار سلام
یا صبا بلغی الی حِبّی!!!
من بعید عن الدیار سلام
(نغمات اختر،ص 16)

حاصل کلام یہ کہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ صرف اردو ہی نہیں بلکہ عربی زبان کے بھی ایک عظیم شاعروادیب تھے،ان کی عربی نثر نگاری اور عربی شاعری ایک مستقل عنوان ہے،جس پہ بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے اور اسے ایم فل یا پی ایچ ڈی کا موضوع بنایا جا سکتا ہے،اللہ کرے کوئی اسکالر اس جانب پیش قدمی کرے اور کمال شرح وبسط کے ساتھ ان سادہ خاکوں میں رنگ بھر کے دنیائے علم وادب کے سامنے پیش کرے اور اس طرح زبان و ادب کی ایک عظیم خدمت انجام پا سکے۔

ص ۵۸ رکابقیہ..

سمجھے تھے کہ سورج پہ بھی ہے اُن کا تسلط
جوشب کے لٹیرے ہیں،سحر بھول گئے تھے
ٹھہرے ہوئے پانی کو دکھاتے تھے جو آنکھیں
بے عقل وہ طوفاں کی نظر بھول گئے تھے
جو لوگ ہواؤں کی عنایت پہ تھے مغرور
وہ بادِ مخالف کے شرر بھول گئے تھے
پھر دیپ اُنہی اہلِ سیاست کے بجھے ہیں
جو الفت وتہذیب کے دَر بھول گئے تھے
امید ہے چھٹ جائیں گے غفلت کے اندھیرے
وہ جاگ اٹھیں گے جو سحر بھول گئے تھے
یارب مرے بھارت میں محبت کی فضا ہو
پودے وہ کھلیں،جو گُل تر بھول گئے تھے
جو راستہ دلّی نے دکھایا ہے وطن کو
اب وہ بھی چلیں گے جو سفر بھول گئے تھے
شاید کہ وہ،اب وقت کی ٹھوکر سے سنبھل جائیں
خوش فہم جو سب زِیر وزَبر بھول گئے تھے
جو لوگ ہدف سب کو بناتے تھے فریدی
خود اپنی حفاظت کا ہنر بھول گئے تھے

◆◆◆

اسلاف واخلاف

از: مولانا محمد طفیل احمد مصباحی*

حضور تاج الشریعہ کی عربی شاعری

ہندوستان کی علمی و ادبی تاریخ پر نظر رکھنے والے اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ یہاں کے علماء و مشائخ نے مختلف علوم و فنون میں قابلِ رشک خدمات انجام دینے کے علاوہ عربی زبان و ادب میں بھی کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ اردو، فارسی اور عربی تینوں زبانوں میں ان کی گراں قدر نگارشات اور تحقیقی کتب و رسائل ہمارے درمیان موجود ہیں، جو اس بات کی دلیل ہے کہ ہمارے یہ علماء و مشائخ اردو اور فارسی کے علاوہ عربی زبان کے بھی رمز شناس تھے۔ ہندوستان کے وہ علماء و فقہاء اور ادباء و شعراء جنھوں نے عربی نظم و نثر میں اپنی بیش قیمت نگارشات یادگار چھوڑی ہیں، ان میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

ملّا قاضی محبّ اللہ بہاری، قاضی شہاب الدین دولت آبادی، ملّا احمد جیون امیٹھوی، شیخ امان اللہ بنارسی، شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی، شیخ علی متّقی، میر عبد الواحد بلگرامی، شیخ مرتضیٰ زبیدی بلگرامی، شیخ عبد الحلیم فرنگی محلی، شاہ ولیّ اللہ محدّث دہلوی، شاہ عبد العزیز محدّث بریلوی، علامہ فضلِ حق خیر آبادی، علامہ عبد الحی فرنگی محلی، امام احمد رضا محدّث بریلوی، شیخ احسن اللہ عبّاسی بھاگل پوری، علامہ ظہیر احسن شوق نیموی، ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری، شاہ سلیمان قادری پھلواروی، صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی وغیرہم۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک مضبوط اور خوب صورت کڑی کا نام مرشدِ گرامی تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خاں قادری ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان ہے، جو ایک درجن سے زائد علوم و فنون پر مجتہدانہ بصیرت رکھنے کے علاوہ عربی زبان و ادب میں غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ اپنی مادری زبان کی طرح عربی بولتے تھے اور لکھتے تھے۔ آپ کی عربی دانی کا اعتراف جامع ازہر، مصر کے علماء و اساتذہ نے بھی کیا ہے۔ زمانۂ طالب علمی میں جب آپ اپنے مصری اساتذہ سے عربی زبان میں گفتگو فرماتے تو وہ لوگ حیران رہ جاتے اور کہتے کہ ایک ہندوستانی عجمی طالب علم ایسی فصیح عربی بولتا ہے۔

عربی زبان و ادب میں حضرت تاج الشریعہ کا مقام امتیاز ایک مسلّمہ حقیقت ہے، عرب و عجم کے اہلِ علم و قلم نے آپ کی عربی دانی کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے اور آپ کو" سلطان الادباء" کا خطاب دیا ہے۔ آپ کا گراں قدر عربی" حاشیۂ بخاری" قصیدہ بردہ شریف کی عربی شرح "الفردہ" اور عربی نعتیہ مجموعہ" روح الفؤاد بذکری خیر العباد" معروف بہ" نغماتِ اختر" آپ کے باکمال عربی ادیب و شاعر ہونے پر دال ہیں۔

آپ کے قادر الکلام عربی ادیب ہونے کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آج سے چار سال قبل جب راقم الحروف بریلی شریف گیا تھا اور آپ کے خادمِ خاص جناب مولانا عاشق حسین کشمیری مصباحی کے ساتھ حضرت کی ایک علمی نشست میں حاضری کا شرف حاصل ہوا تھا، اس وقت" فتاویٰ رضویہ" کی تعریب کا کام چل رہا تھا۔ راقم نے اس نشست میں دیکھا کہ مولانا عاشق صاحب اِدھر اردو عبارت پڑھتے، اُدھر حضرت تاج الشریعہ بڑی سلاست و روانی کے ساتھ برجستہ اور فی البدیہہ اس کی عربی بناتے جاتے۔ ایسا معلوم ہوتا کہ عربی، حضرت کی مادری زبان ہے۔ راقم نے اپنی زندگی میں ایسا قادر الکلام اور زود گو عربی شاعر اور نثر نگار حضرت تاج الشریعہ کے علاوہ کسی دوسرے ہندوستانی عالم کو نہیں دیکھا۔

ماہرِ رضویات پروفیسر مسعود احمد مجدّدی، تاج الشریعہ کی عربی شاعری کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت علامہ اختر رضا خان قادری ازہری بڑے متّقی اور باعمل عالمِ دین ہیں۔1983ء میں پاکستان تشریف لائے۔ ازراہِ کرم غریب خانے پر ٹھٹھہ بھی تشریف لائے۔ میں نے ایک عربی نعت کی فرمائش کی، آپ نے اسی وقت قلم برداشتہ ایک عربی نعت لکھ ڈالی۔''

(اُجالا، ص3 :، ادارہ مسعودیہ، کراچی)

عربی شاعری، عربی ادب کی سب سے پہلی شکل ہے۔ عربی شاعری کا سب سے پہلا نمونہ چھٹی صدی ہجری میں ملتا ہے مگر زبانی شاعری اس سے بھی قدیم ہے۔ عربی شاعری، اس کی صحیح تعریف اور اس کے اجزاء میں محققینِ ادب کا اختلاف ہے۔ ابن منظور کے بقول:

''شعر وہ منظوم کلام ہے جو وزن اور قافیہ میں مقیّد ہو، وہ آگے لکھتے ہیں کہ: شعر منظوم اور موزوں کلام کا نام ہے، جس کی ترکیب مضبوط ہو اور اس میں شعر کہنے کا قصد بھی پایا جاتا ہو۔ اگر اس میں ایک بھی شرط مفقود ہو تو یہ شعر نہیں کہلائے گا اور اس کے کہنے والے کو شاعر نہیں کہا جائے گا۔ اسی لیے قرآن وحدیث میں جو موزوں کلام، مثلاً :

انا اعطیناك الكوثر

یا

انا النبی لا کذب !!!

انا ابن عبد المطلب

ملتا ہے، وہ قصد و ارادہ کے فقدان کی وجہ سے شعر نہیں کہلاتا۔ ابن منظور اس کی وجہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شعر میں شعری احساس کا ہونا ضروری ہے اور یہ احساس بالارادہ اور دانستہ ہی ہوسکتا ہے۔

شعر کے چار ارکان ہیں: معنیٰ، وزن، قافیہ اور قصد۔ علامہ سیّد شریف جرجانی علیہ الرحمہ کے مطابق: شعر، عرب کا ایک علم ہے جو فطرت، روایت اور احساس پر مشتمل ہوتا ہے۔

سیّد شریف جرجانی نے شعر کی حقیقت و ماہیت یوں بیان فرمائی ہے: ''لغوی اعتبار سے شعر ایک علم ہے اور اصطلاحاً شعر اس موزوں اور مقفّٰی کلام کو کہتے ہیں جسے شاعر نے قصد وارادے سے نظم کیا ہو۔ چنانچہ اس آخری شرط کی بنا پر قرآن کی یہ آیت، شعر نہیں ہے: الذی انقض ظھرك، ورفعنا لك ذكرك''

یہ موزوں اور مقفّٰی کلام تو ہے مگر شعر نہیں ہے کیونکہ اس کلام کو شعر کے ارادے سے نہیں کہا گیا ہے۔ عربی کی قدیم شاعری میں وزن اور قافیہ لازمی اجزا تصور کیے جاتے ہیں۔ قافیہ، بیت کا آخری حرف یا کلمہ ہوتا ہے۔ لیکن جدید شاعری کو قافیہ کی پابندی سے آزد کر دیا گیا ہے۔ عربی شاعری کی دو اقسام ہیں: موزوں اور غیر موزوں۔ غیر موزوں شاعری خال خال ہی نظر آتی ہے۔ موزوں شاعری، فراہیدی کے متعارف کردہ پندرہ بحور (طویل، مدید، بسیط، وافر، کامل، ہزج، رجز، رمل، سریع، منسرح، خفیف، مضارع، مقتضب، مجتث، متقارب، متدارک اور خَبب) میں محدود ہوتی ہے۔ خلیل بن احمد فراہیدی، علم عروض کے امام مانے جاتے ہیں اور یہ عروضی بحریں انہیں کی ایجاد کردہ ہیں۔ ایک بحر کئی اکائیوں پر مشتمل ہوتی ہے، اس کو" تفعلہ" کہا جاتا ہے۔ ہر بحر میں کچھ تفعلے ہوتے ہیں جن کا ہر بیت میں خیال رکھنا ضروری ہے۔ محققین نے عربی شاعری کو دو حصوں میں منقسم کیا ہے، کلاسیکی شاعری اور جدید شاعری۔

حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی عربی شاعری میں کلاسیکی شاعری اور جدید شاعری دونوں کے نمونے پائے جاتے ہیں۔ آپ کی عربی شاعری، نعتیہ شاعری پر مشتمل ہے، جس میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چاشنی سطر سطر سے مترشّح ہوتی ہے اور قارئین کے دامانِ دل کو اپنی جانب کھینچتی ہے۔

خواہ وہ کسی بھی زبان کی شاعری ہو، وہ حِسیاتی صداقتوں کا لفظی اظہار اور قلبی میلانات کا معنوی بیان ہوا کرتی ہے۔ اگر اس اظہار میں حُبِّ صادق، عشق و وارفتگی اور جذبۂ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عنصر شامل ہوجائے تو یہی قلبی اظہار" نعت" بن جایا کرتا ہے۔ حضرت تاج الشریعہ کی عربی شاعری سرتا پا" نعتیہ شاعری" ہے، جس میں لفظی اور معنوی لحاظ سے" نعت

گوئی" کے جملہ اوصاف بدرجہء کمال موجود ہیں۔

عشقِ رسول ﷺ سے لبریز یہ اشعار ملاحظہ کریں:

رسول اللہ یا کنز الامانی
علیٰ اعتابکم وقف المُعانی
بھٰذا الباب یعتزّ الذلیل!!
بھٰذا الباب یاتی کل عانٍ
رسول اللہ فامنعنی و کن لی
معینا خیر عون فی الزمانِ
رسول اللہ یا بدر التّمامِ
الیك افرّ من شرّ الظلامِ
یُقصّر عند غمرك کُلّ بحرٍ
ویَقصر عن سماك ید الغمامِ
سماء کم علیٰ الاقطار دامت
وبحرکم یُفیض علیٰ الدّوامِ

(نغماتِ اختر،ص 5 : /6)

مندرجہ بالا اشعار میں جہاں سلاست و روانی اور صفائی و برجستگی ہے، وہیں عشقِ رسول کی چاشنی و سرمتی بھی ہے۔شاعر نے اپنے ممدوح جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے مالک ومختار ہونے، ان کے جود وسخا، عطا و کرم اور آپ کے دربارِ گہربار کی فیض بخشیوں کا جس والہانہ انداز میں تذکرہ کیا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔خصوصیت کے ساتھ پانچواں شعر: یُقصّر عند غمرك....... تعبیر کی عمدگی کی بہترین مثال ہے۔

حضرت تاج الشریعہ کی عربی شاعری میں ایک عربی النسل ناظم اور عرب نژاد شاعر کی ادبی خصوصیات نظر آتی ہیں اور کسی بھی جہت سے اس میں عجمیت کی جھلک دکھائی نہیں دیتی۔آپ ایک قادر الکلام، زود گو اور پُر گو شاعر ہیں۔آپ کی عربی شاعری میں فصاحت و بلاغت، سلاست ومہارت، معنیٰ آفرینی، بلند خیالی، صنائع وبدائع، جذبات کی شدّت، افکار کی نُدرت، خوب صورت الفاظ، دلکش تراکیب، حُسنِ بیان اور عشقِ رسول کے جلوے جابجا نظر آتے ہیں۔

ذیل کے اشعار دیکھیں کہ شاعر نے اپنی جودتِ طبع کے سہارے فصاحت و بلاغت کے موتی لُٹاتے ہوئے کس طرح کے شعری گُل بوٹے کِھلائے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ صورت وسیرت اور ان کے علم وکرم کے تفوّق و برتری کا اظہار کرتے ہوئے دین وشریعت کی ایک اہم اور معرکتہ الآراء بحث" مسئلہء امتناع النظیر" کو کتنی خوب صورتی کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

یا مطلع الانوار فی کلِّ ازمانٍ
من سِرّہ سارٍ فی کلِّ اکوانٍ!!
فاق النّبیین فی خَلقٍ وفی خُلُقٍ
ولیس له فی علمٍ ولا کرمٍ ثانٍ
انت الذی مثله فی الکون ممتنع
صلّیٰ علیك اللہ یا خیر انسانٍ!!

(نغماتِ اختر؛ص 28 :)

حضرت تاج الشریعہ کے پر دادا امام احمد رضا محدّث بریلوی کی سیرت وسوانح سے متعلق کتابوں میں لکھا ہے کہ جب آپ نے اپنا عربی کلام جس کا مطلع ہے:

الحمد للمتوحدِ
بجلاله المتفردِ

علمائے عرب کے سامنے پیش کیا تو وہ لوگ ایک ہندی عالم کے عربی کلام کو سن کر پھڑک اٹھے۔

راقم الحروف کا وجدان کہتا ہے کہ علمائے عرب اگر حضرت تاج الشریعہ کا مندرجہ ذیل عربی کلام بغور سماعت کرلیں تو عربی زبان وادب میں شاعر کے مرتبہء کمال پر فائز ہونے کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔

اشعار ملاحظہ کریں:

الحمد للجوادِ....... الواهب المرادِ
منّان یا عمادی...... شکرا علیٰ الرشادِ
وعلیٰ ذہِ الایادی..... فینا علیٰ التمادی

بقیہ ص ۳٦/ پر

ازہریات

از: مولانا ملک الظفر سہسرامی*

شہریت ترمیمی قانون! پس منظر و پیش منظر

احوال وطن

شہریت ترمیمی بل جواب قانونی شکل اختیار کر چکا ہے گو کہ ابھی اس کا نفاذ عمل میں نہیں آیا ہے،لیکن ملک کا باشعور طبقہ اس کی زہرناکیوں اور تباہ کاریوں کو محسوس کرتے ہوئے دستوری وآئینی دائرے میں رہ کر اس کی مخالفت میں احتجاجی تحریک کا حصہ بن گیا ہے، اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی احتجاجی تحریکوں کا رنگ پھیکا پڑتا نظر نہیں آرہا ہے، بلاتفریق مذہب وملت اور رنگ ونسل تمام وطن دوست حضرات احتجاجی صداؤں کا حصہ بن رہے ہیں، کیا بوڑھے کیا جوان کیا عورتیں کیا بچے سب ملک اور آئین کی حفاظت کی دہائی دیتے ہوئے موسم کے سرد تھپیڑوں کو مات دے رہے ہیں۔ دستوری وآئینی حق کی اساس و بنیاد پہ اس سیاہ قانون کے خلاف احتجاج کرنے والے مظاہرین کے تعلق سے حکومت نے جو رویہ اختیار کیا ہے وہ انصاف و دیانت پہ مبنی نہیں ہے، ایک جمہوری ملک میں دستور وآئین کے دائرے میں رہ کر رائٹ آف پروٹیسٹ عوام کو حاصل ہے اور رہے گا، جبر وتشدد کے ذریعے ان پرامن مظاہروں کے خلاف کی جانے والی کارروائی پہ ہر چہار جانب سے مذمت ہو رہی ہے، انسانی حقوق کی اس پامالی کے خلاف دنیا کے مختلف حصوں سے رد عمل کا اظہار ہو رہا ہے آوازیں بلند ہو رہی ہیں، لیکن اقتدار کے نشے میں چور حکمراں جماعت کے ارکان کے کان پہ جوئی تک نہیں رینگ رہی ہے۔

دراصل ہر محاذ پہ ناکام حکومت اپنی نااہلیوں اور ناکامیوں پہ خوشنما پردہ ڈالنے کے لیے طرح طرح کے اوچھے ہتھیار کا استعمال کر رہی ہے۔ ملک میں نفرت کا زہر گھول کر عوام کو بے وقوف بنانے کا عمل جاری ہے، نفرت کی یہ سیاست ملک کو کس تباہی کی جانب لے جا رہی ہے اسے ہمارا باشعور طبقہ بخوبی سمجھ رہا ہے ملک کا جی ڈی پی آج گھٹ کر ساڑھے تین فی صد ہو چکا ہے، تجارتی سیکٹر میں حد درجہ گراوٹ آئی ہے، ریزرو بینک کا خزانہ خالی ہو چکا ہے، ملک کی معاشی و اقتصادی صورت حال حد درجہ افسوسناک ہے، ملک کے باشندوں کے اندر عدم تحفظ کا احساس بڑھ رہا ہے ایسے میں ان غیر ضروری مسائل پہ تمام سیاسی توانائیاں صرف کرنے کا جو احساس ہے وہ حکمراں جماعت کی ناکامیوں کی چغلی کھا رہا ہے، ان تمام باتوں پہ نظر رکھنے والے وطن دوست، باشعور حساس افراد نفرت کی اس سیاست کے خلاف بیک آواز سرگرم عمل ہو چکے ہیں یہ الگ بات ہے کہ زرد صحافت کے اس دور میں حکومت کے خلاف اٹھنے والی آواز کو گودی میڈیا اور زردی اخبارات میں صحیح کوریج نہیں مل رہا ہے، تاہم سوشل میڈیا اور ذمہ داریوں کا احساس کرنے والے کچھ زندہ ضمیر صحافیوں کی گراؤنڈ لیول کی رپورٹنگ سے پوری دنیا اس کے خلاف اٹھنے والی احتجاجی تحریکوں کو بہت گہری نظر سے دیکھ رہی ہے۔

آزاد بھارت میں آنجہانی جئے پرکاش نارائن کے ذریعہ چلائے گئے آندولن کے بعد شاید یہ سب سے بڑا آندولن ہے، جس میں طلبہ وطالبات نیز پڑھے لکھے باشعور لوگوں نے اس سیاہ قانون کے خلاف بہت بے باکی کے ساتھ آواز بلند کی ہے، جب کہ اس کی پاداش میں انہیں پولس کے ظلم وستم کا شکار بھی ہونا پڑا ہے، ڈنڈے بھی برسائے گئے ہیں، گولیاں بھی چلائی گئی ہیں یہاں تک کہ ضلع انتظامیہ کو حکام بالا کی جانب سے سخت ہدایت جاری کی جا چکی ہے کہ اس کے خلاف اٹھنے والی ہر تحریک کو سختی کے ساتھ کچلا جائے لیکن ظلم وستم کی آندھی کب حق پسندی کا چراغ بجھا سکی ہے۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں احتجاجی آواز

*مضمون نگار دارالعلوم خیریہ نظامیہ سہسرام بہار کے ناظم اعلیٰ اور معروف اہل قلم ہیں۔

بلند کرنے کی پاداش میں طلبہ وطالبات کے ساتھ جو ناروا سلوک ہوئے اس نے بشمول ہندوستان پوری دنیا کے انصاف پسندوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور یہ چنگاری اب شعلہ بن چکی ہے اور ہر طرف سے ملک دوست افراد احتجاج کی اس چیخ و پکار کا حصہ بن رہے ہیں، طلبہ و طالبات کا پورا قافلہ سرگرم عمل ہو چکا ہے جس نے حکومت کا سکھ چین چھین لیا ہے اب ارباب اقتدار کے سامنے اس قانون مین ترمیم کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں رہا۔

آزاد بھارت میں میڈیا کا رول ہمیشہ منصفانہ اور غیر جانبدارانہ رہا ہے اور انصاف پسند حضرات کے ہاتھوں قرطاس وقلم کی ناموس وعزت کا تحفظ بحال رہا ہے لیکن اب رفتہ رفتہ ایسا محسوس ہونے لگا ہے کہ ایک جمہوری ملک کا یہ مضبوط ستون بھی حکومت وقت کا حصہ بنتا جا رہا ہے، یہ غیر جانبدارانہ ماؤنٹرنگ کا کام انجام دینے کی بجائے حکومت وقت کی صحیح، غلط پالیسیوں کی توضیح وتشریح میں لگا ہوا ہے، اخباروں میں پے نیوز چلائی جارہی ہے تو الیکٹرانک میڈیا پہ ضمیر فروش اور زرخرید صحافیوں کی اجارہ داری کے سبب زرد صحافت کا بول بالا ہے چنانچہ صحافت سے وابستہ افراد حکومت وقت کے اشاروں پہ اپنی تمام خبر رساں ایجنسیوں کا استعمال کرتے ہوئے حقائق نظری سے یکسر آنکھیں موند کر زرد صحافت کی ایک مکروہ مثال پیش کردی ہے۔

ابھی چند دنوں قبل کا واقعہ ہے راقم الحروف ایک مقبول ہندی اخبار کا اداریہ دیکھ رہا تھا ،صحافت سے ادنیٰ اور معمولی نسبت رکھنے والے افراد پہ یہ امر پوشیدہ نہ ہوگا کہ کسی بھی اخبار کا اداریہ اس کی روح ہوتا ہے، اس کا ایک ایک حرف احساس ذمہ داری کی قسمیں کھاتا ہے۔صحافتی دیانتداری اس کے خمیر کا حصہ ہوتی ہے لیکن جب زبان وقلم حکومت کے ہاتھوں گروی رکھ دیئے جائیں تو پھر صحافتی اصول وضوابط کا خون یقینی ہے۔

جب اس قانون کے خلاف اپنے ردعمل کے اظہار کے لیے محترمہ سونیا گاندھی کی قیادت میں ایک وفد صدر جمہوریہ ہند سے ملاقات کو گیا اور ملک کے آئین اور دستور کے خلاف مذہب کی بنیاد پہ شہریت ترمیمی قانون کے تعلق سے عوام کے اضطراب اور اپنے احساسات کا اظہار کیا، تو اس خبر پہ فاضل مدیر نے تبصرہ کرتے ہوئے چٹکی لی اور لکھا کہ یہ عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنا ہے، ان باشعور لوگوں کو بخوبی علم ہے کہ شہریت ترمیمی بل دونوں ایوان سے پاس ہو چکا ہے اور صدر جمہوریہ ہند کے دستخط و مہر ثبت ہوجانے بعد اسے قانونی شکل حاصل ہو چکی ہے، اب اس میں ردوبدل کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ گئی۔ لہٰذا اس سلسلے میں کی جانے والی تمام کوششیں بے سود ورائیگاں ہیں اور عوام کو بے وقوف بنانے والی سیاست ہے۔ یہ تبصرہ پڑھ کر میں حیرتوں میں ڈوب گیا، بہت دیر تک اس پہ غور کرتا رہا لیکن میری فہم ناقص نے اپنی کم مائیگی کا عذر پیش کر دیا، ایک دن اتفاق کہ ہائی کورٹ کے سینئر وکیل اور ماہر قانون داں کے ساتھ بیٹھا تھا کہ اچانک دل میں خیال آیا کہ قانون کی باریکیوں اور نزاکتوں کو ان حضرات سے بہتر کون سمجھے گا، میں نے اپنا ذہنی خلجان ان کے سامنے پیش کیا اور اداریئے کا وہ تبصرہ بھی ،تو انہوں نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ آخر یہ قانون بھی کسی گزشتہ قانون میں ردوبدل کر کے ہی پاس کیا گیا ہے جسے آج قانونی شکل حاصل ہو چکی ہے، جب یہ ردوبدل روا ہے تو پھر اس میں ردوبدل کیوں کر جائز نہیں ہوگا، یہ کوئی خدائی قانون تو ہے نہیں جس میں ردوبدل کی گنجائش باقی نہ ہو، آئے دن قانون میں ردوبدل ہوتے رہتے ہیں، اب آپ سوچ سکتے ہیں کہ عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کا کام کس کی جانب سے انجام دیا جارہا ہے،صحافت کے پاسدارو! تمہارا منصب یہ نہیں ہے، تمہیں تو حقائق سے پردہ اٹھا کر عوام کی آنکھوں پہ پڑی ہوئی پٹی ہٹا کر دعوت مطالعہ دینا ہے۔

شہریت ترمیمی قانون کے خلاف جو احتجاجی تحریکیں سرگرم عمل ہوئی ہیں ان میں ابتداً تو مسلمانوں کے خلاف ہونے والی ناانصافیوں کے رد میں آوازیں گونج رہی تھیں، لیکن پھر رفتہ فتہ اس کا رنگ تبدیل ہو گیا، اس احتجاجی تحریک میں دانشوروں کے طبقے نے جو بات خصوصی طور پر نوٹ کی وہ یہ ہے کہ قیادت کے بغیر وطن دوستوں کا پورا قافلہ سڑکوں پہ نکل آیا ہے۔ علما جن کے کاندھوں پہ مسلم قیادت کی ذمہ داریاں ہیں وہ بھی اس قافلے کا

احوال وطن

حصہ ضرور بنے لیکن قائدانہ رول ان کا نہیں رہا۔ علمائے کرام کی قیادت سے خالی اس احتجاج پہ مثبت ومنفی خیالات وآرا بھی آرہے ہیں لیکن حق یہی ہے کہ قیادت سے آزاد بغیر سوچے سمجھے جو طبقہ احتجاجی تحریک کا پرچم لے کر میدان عمل میں اترا اس کے اسی انداز نے حکومت وقت کی آنکھوں سے نیند چھین لی اور شاطر و چالاک حکمراں چاہ کر بھی اسے قومی رنگ دینے میں ناکام ونامراد ہیں، علما کی قیادت پہ شاکی حضرات اس نازک وحساس پہلو پہ کشادہ نظری سے توجہ فرمائیں گے تو انہیں اس میں خیر کا پہلو نظر آئے گا۔

اگر علما کی قیادت میں یہ قافلہ سرگرم عمل ہوتا تو شاطر و چالاک حکمراں اسے قومی رنگ دے کر نفرت کا زہر گھولنے میں کامیاب ہوجاتے۔ اس قافلے میں داڑھی ٹوپی والوں سے کہیں زیادہ وہ حضرات پیش پیش نظر آئے جن کے چہرے کسی شناخت و پہچان سے عاری تھے جس کا خوش گوار نتیجہ یہ سامنے آیا کہ حکومت اسے قومی رنگ دینے کی تمام تر کوششوں کے باوصف ناکام ونامراد رہی۔ فرقہ واریت سے اوپر اٹھ کر دیش بچاؤ، سمودھان بچاؤ، دستور بچاؤ، آئین بچاؤ کے نعرے لگائے جارہے ہیں۔ حق و انصاف کی آواز تو یہی ہے کہ یہ کسی قوم کسی ذات کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ ملک کے اس مضبوط وسیکولر دستور وآئین کی حفاظت کا ہے جس کی گھنیری چھاؤں میں یہاں کے رہنے والے مختلف رنگ ونسل سے وابستہ، الگ الگ زبان اختیار کرنے والے، علیحدہ علیحدہ دین ومذہب کے پاسدار اور مختلف تہذیب وتمدن اپنانے والے تمام لوگ بلا تفریق ایک ساتھ باہم شیر وشکر ہوکر زندگی گزارتے ہیں انہی پاکیزہ جمہوری قدروں کی بنیاد پہ پوری دنیا میں ہمارے ملک کی ایک الگ امتیازی شناخت و پہچان ہے جس کی اساس پہ ہم نغمہ سرا ہوتے ہیں ع

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا

افسوس! آج کچھ لوگ اس کی یہ شناخت و پہچان مٹانے کے درپئے آزار ہیں لیکن وطن دوستوں کا جذبۂ حب الوطنی سرفروشی کی تمنا دل میں لے کر میدان عمل میں اترا ہوا ہے جو انہیں ناپاک عزائم میں کبھی بامراد نہ ہونے دے گا، ہندوستان زندہ باد، حب الوطنی زندہ باد۔

سیاسی بساط پہ یہ جو مہرہ آزمائی ہو رہی ہے اس کا پس منظر کیا ہے وہ سیاسی شعبدہ بازی کے تیوروں سے واقف کار حضرات سے پوشیدہ نہیں ملک، کی ترقی، خوشحالی اور روزگار کی وسیع سہولتوں کے سبز باغ دکھانے والی سیاسی جماعت آج بیک فٹ پر چلی گئی ہے، دن بدن عوامی مقبولیت کا گھٹتا ہوا گراف ان کے کرب و اضطراب میں اضافے کا سبب بن رہا ہے۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کی عوامی مقبولیت کا گراف اس وقت کس قدر ہے اسے سمجھنے کے لیے یہ تفصیل بہتر رہنما ہوگی:

ملک میں ۲۹ ریاستیں ہیں جن میں صرف ۱۰؍ ریاست میں بی جے پی کو اکثریت حاصل ہے جبکہ ۱۹؍ ریاستوں میں اس کی مقبولیت کا گراف بہت نیچے ہے، عوام نے تو بعض ریاستوں میں اس کی غلط پالیسیوں کے سبب بالکل صفایا کردیا ہے سکم، میزورم اور تامل ناڈو میں اسے ایک نشست بھی حاصل نہیں ہے۔

آندھرا پردیش میں ۱۷۵؍ نشستوں میں صرف چار کیرل میں ۱۴۰؍ میں صرف ایک پنجاب میں ۱۱۷؍ میں ۳؍ مغربی بنگال میں ۲۹۴؍ میں ۳؍ تلنگانہ میں ۱۱۹؍ میں ۵؍ دہلی میں ۷۰؍ میں ۳؍ اڑیسہ میں ۱۴۷؍ میں ۱۰؍ ناگالینڈ میں ۶۰؍ میں ۱۲؍ نشستیں حاصل ہیں۔

جن ریاستوں میں این ڈی اے کی حکومت ہے وہاں بھارتیہ جنتا پارٹی کی نشستوں کی تفصیلات کچھ اس طرح ہیں، میگھالیہ میں ۶۰؍ نشستوں میں ۲؍ بہار میں ۲۴۳؍ میں ۵۳؍ جھارکھنڈ میں ۸۱؍ میں ۲۵؍ گوا میں ۴۰؍ میں صرف ۱۳؍ نشستیں ہیں۔

ملک میں ۴۱۳۹؍ ودھان سبھا نشستوں میں سے بی۔جے۔ پی کے پاس صرف ایک چوتھائی سے کچھ زائد نشستیں ہیں جن کی تعداد ۱۵۱۶؍ ہے جن میں ۹۵۰؍ نشستیں ان چھ ریاستوں سے متعلق ہیں گجرات، مہاراشٹر، کرناٹک، اتر پردیش، مدھیہ پردیش اور راجستھان، پورے ملک میں ۶۶؍ فی صد نشستوں پہ بی۔جے۔پی کو شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

دم توڑتی ہوئی مقبولیت اور گری ہوئی ساکھ بقیہ ص ۱۸؍ پر

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی *

احتجاجی تشدد پر دوہرا معیار اور حمایت کیلئے اوچھے ہتھکنڈوں کا سہارا کیوں؟

احوال وطن

حقوق انسانی کے عالمی منشور میں حقوق اقلیت کے تحت اس بات کا اعلان کیا گیا ہے کہ" سارے انسان وقار اور حقوق میں برابر ہیں۔"

ہمارے ملک میں بھی دستور ہند کے بنیادی حقوق کے تحت اقلیتوں کے مذہب، زبان اور نسل و تعلیم کی حفاظت برابری کا اعلان کیا گیا ہے، قانون کی رو سے حکومت کسی بھی طرح کا امتیاز نہیں کرسکتی. اسی لئے ملک کے حکمران ہوں یا عہدے داران، دستور (constitution) پر حلف اور دستور کی حفاظت کا عہد لیتے ہیں، لیکن آزادی کے بعد سے ہی ملک میں نفاذِ قانون پر دوہرا معیار اپنایا گیا، قوانین کا اطلاق اقلیت واکثریت کے پیمانے پر ہوتا رہا، یہاں تک کہ اقلیتیں اور خصوصاً مسلمان ہر میدان میں اسی امتیازی تفریق کا شکار ہوتے رہے نوبت یہاں تک آ گئی کہ اب حکومتی اہلکار کھلے عام ظلم وزیادتی پر اتر آئے ہیں، حالیہ وقت میں متنازعہ شہریت قانون سی اے اے (CAA) کے خلاف ملک کی عوام نے بلا تفریق مذہب احتجاج کیا، احتجاجی دائرہ جب مسلم اکثریتی علاقوں میں پہنچا تو کئی احتجاجی مظاہرے پُرتشدد ہوگئے، جس میں جان ومال کے ضیاع کے ساتھ عوامی املاک کا بھی نقصان ہوا۔

یہ بات بھی نوٹ کئے جانے لائق ہے کہ جن صوبوں میں غیر بی جے پی پارٹیاں برسر اقتدار ہیں وہاں لاکھوں افراد کے مظاہرے بھی پرامن اور تشدد سے پاک رہے لیکن بی جے پی زیر اقتدار ریاستوں میں محض سو دو سو افراد کے مظاہرے بھی تشدد کی زد میں آگئے، پرتشدد مظاہروں میں اتر پردیش سرِ فہرست ہے، صوبے کے دار الحکومت لکھنؤ سمیت سنبھل، نہٹور (بجنور) مظفر نگر، رامپور، امروہہ، ہاپوڑ، علی گڑھ، میرٹھ، کانپور وغیرہ میں جم کر تشدد ہوا، اسی تشدد کا سہارا لے کر پولیس انتظامیہ نے کھل پر مذہبی تعصب اور مسلم دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مظاہرین پر گولیاں چلائیں جس کے باعث قریب 20 افراد شہید ہوگئے، ظلم پر ظلم یہ کہ مسلمانوں پر ہی دنگا و فساد کے مقدمہ دائر کر کے ہزاروں افراد کو گرفتار کیا گیا، اب انہیں مظلوموں پر عوامی املاک کی بربادی کا الزام لگا کر ہرجانہ وصولی کے نوٹس جاری کئے جارہے ہیں۔

چند بڑے احتجاجی تشدد

بھارت میں احتجاجی مظاہروں کا پرتشدد ہوجانا کوئی نئی بات نہیں ہے، بلکہ بھارت کی کچھ قوموں کے احتجاج کا مطلب تشدد اور لوٹ مار ہی ہوتا ہے، لیکن چونکہ اُن سب مظاہرین کا تعلق ہندو قوم سے ہوتا ہے اِس لئے لاکھوں کروڑوں کا نقصان اور پولیس کا جم کر پٹنا بھی میٹھی گولی کی طرح ہضم کرلیا جاتا ہے، لیکن اگر مظاہرین مسلمان ہوں تو یہی پٹی ہوئی پولیس ایک دم سے بہادر ہوجاتی ہے، ایک نظر پچھلے چند سالوں کے احتجاجی مظاہروں پر ڈالتے ہیں تاکہ موجودہ احتجاجی تشدد پر واویلا مچانے والوں کا اصلی چہرہ سامنے آسکے۔

مئی 2015ء میں راجستھان کی گوجر برادری نے ریزرویشن کی مانگ کو لیکر احتجاج شروع کیا، ان مظاہرین نے ریلوے ٹریک اور بس اڈوں پر سات دنوں تک قبضہ جمائے رکھا 208 ٹرینیں رد کی گئی، 141 ٹرینوں کے روٹ بدلے گئے، جس کے باعث قریب 200 کروڑ کا نقصان ہوا، فروری 2016ء میں ہریانہ کے جاٹوں نے ریزرویشن کو لے کر احجاج شروع کیا، امیدوں کے مطابق احتجاج تشدد میں بدل گیا، 7 ریلوے اسٹیشنوں کو تباہ کردیا گیا، جس کے باعث 800 ٹرینیں رد کرنا پڑیں، کئی بس اڈوں اور سرکاری دفتروں میں آگ لگادی گئی، سڑکوں کو

* مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

کھود کر گڈھے بنا دیئے گئے۔

1000 سے زیادہ گاڑیاں 500 سے زائد دکانیں نذر آتش کردی گئیں، کئی شاپنگ مالس میں آگ لگا گئی، بھارت، پاکستان کے مابین چلنے والی سمجھوتا ایکسپریس کو روکا گیا، سونی پت میں مال گاڑی میں آگ لگائی گئی، جیند میں سابق وزیر ستیہ نارائن کے ساتھ مار پیٹ کی گئی، گنور ایس ڈی ایم (SDM) کی گاڑی کو آگ لگائی گئی، دہلی کو پانی سپلائی کرنے والی منف نہر کو بند کر دیا گیا، جسے آرمی نے جا کر کھلوایا، مسافروں کے ساتھ لوٹ مار اور خواتین کے ساتھ جنسی زیادتی تک واقعات ہوئے لیکن حکومت وانتظامیہ کانوں میں تیل ڈالے سوتی رہی، رام رحیم نامی بابا کو زنا وقتل کیس میں سزا سناتے ہی ڈیرا بھکتوں کے احتجاج میں جم کر بوال ہوا، آج تک اور ٹائمز ناؤ نیوز چینل کی او بی وین پھونک دی گئیں، پنجاب کے مانسا اور ملوٹ ریلوے اسٹیشن پر آگ لگادی گئی جس کے باعث فیروز پور ڈویژن کی 124 ٹرینیں ردہوئیں، فاضلکا اسٹیشن پنجاب میں فیروز پورڈپو کی بس کو نذر آتش کیا گیا، سنگرُ ور میں بجلی گھر کو ہی آگ لگادی گئی، پنچکولہ ہریانہ میں 100 سے زیادہ گاڑیوں میں آگ لگادی گئی۔

ذرا سوچیں!

ہفتے بھر تک گوجر مظاہرین ریلوے اسٹیشن اور بس اڈوں پر اودھم مچاتے رہے، 9 دنوں تک جاٹ قوم کے فسادو آگ زنی کے واقعات میں قریب 34 ہزار کروڑ کا نقصان ہوا، اس احتجاجی تشدد کے نقصان کی بھرپائی کے لئے ہریانہ حکومت نے "نیشنل ڈزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی" (NDMA) سے ایک ہزار کروڑ روپے کی امداد مانگی تاکہ عوامی املاک کی مرمت وتعمیر کرائی جاسکے، رام رحیم کے ڈیرا بھکتوں نے ہفتوں تک سڑکوں پر تشدد مچایا، ہفتوں تک عوامی نقل وحمل بند رہی، سڑکوں کو کھودا گیا، اسٹیشنوں کو تباہ کیا گیا لیکن حکومت اور پولیس والوں کی ہمت نہیں ہوئی کہ مظاہرین کو قانون کی طاقت کا احساس کراتے لیکن یہ پولیس مسلمانوں کو دیکھتے ہی گولی بندوق سے بات کرتی ہے، اس پولیس کی بندوق اور ہمت نہتھے مسلمانوں پر کام کرتی ہے، حالانکہ اُس وقت ہریانہ وراجستھان اسی بی جے پی کی حکومت تھی مگر تب بی جے پی کو اپنا فرض اور عوامی املاک کی تباہی کا خیال نہیں آیا! لیکن یوپی اور دہلی میں اسی بی جے پی کے اشاروں پر پولیس کا انتہائی ظالمانہ چہرہ سامنے آیا، جس کے لئے تاریخ کبھی نہیں کرے گی۔

تشدد کی وجوہات اور پولیس کی سفاکیت

آئین کی دفعہ 19(1) کے تحت حکومت کے کسی بھی قانون سے عدم رضامندی کا اظہار ہر بھارتی شہری کا آئینی اور بنیادی حق ہے، اس کا جمہوری طریقہ احتجاجی مظاہرہ بھی ہے، سی اے اے مخالف مظاہرین میں عدم اعتماد اس وقت پیدا ہوا جب پولیس نے قریب تمام ہی اضلاع میں دفعہ 144 لگا کر ہر قسم کے احتجاج پر پابندی عائد کردی، جس کے باعث عوامی غصہ مزید بڑھ گیا، اس کے علاوہ کچھ اسباب یہ ہیں:

احتجاجی جلوسوں کو جابجا روک کر پولیس اہلکاروں نے نہایت سخت زبانی اور بدکلامی کا مظاہرہ کیا، نتیجتاً مظاہرین اور پولیس میں ٹکراؤ ہوا، پرامن جلوسوں میں بعض ایسے اجنبی افراد بھی مظاہرین میں داخل ہوئے جنہوں نے تشدد کا آغاز کیا، ایک وائرل ویڈیو میں بی جے پی کے جھنڈے والی گاڑی سے مظاہرین پر پتھراؤ کیا گیا، جس سے مظاہرین بھڑک گئے، اکثر مقامات پر پولیس نے مظاہرین سے ذرا بھی انسانی لب ولہجہ میں بات نہیں کی بلکہ بدکلامی کرتے ہوئے" مقدمہ کرنے اور ہاتھ پیر توڑ دینے" جیسی غیر دستوری زبان استعمال کی، انہیں وجوہات کی بنا پر بعض مقام پر عوام بھی مشتعل ہوگئی، پولیس چاہتی تو بغیر نقصان پہنچائے بھی مظاہرین کو روک سکتی تھی لیکن نہتھے اور کمزور مسلمانوں کو دیکھ کر پولیس نے سیدھا لاٹھی چارج، آنسو گیس اور گولیوں کا استعمال کیا، اب اس بہادر پولیس نے 498 لوگوں کو نامزد کر کے قریب 74 لاکھ روپے کی ریکوری کے نوٹس بھیجے ہیں۔

ایک طرف جاٹوں کے تشدد میں 34 ہزار کروڑ کا نقصان ہوا لیکن ہریانہ کی بی جے پی حکومت اور بہادر پولیس خاموش تماشائی بنی رہی لیکن مسلمانوں کے سامنے آتے ہی حکومت وپولیس کو

قانون قاعدے بھی یاد آ گئے اور نہتھے مسلمانوں پر بہادری دکھانے کا جذبہ بھی واپس آ گیا، پولیس کی سفاکیت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ صرف مظفر نگر میں پولیس نے قریب 30 گھروں میں گھس کر توڑ پھوڑ کی اور قریب 50 سی سی ٹی وی کیمرے توڑ دیئے، اب پولیس عوامی املاک کی بربادی کے لئے مظاہرین سے ہرجانہ وصول کرنا چاہتی ہے، لیکن جن مکانوں میں پولیس نے توڑ پھوڑ کی ہے ان کا ہرجانہ کون دے گا؟ جو لوگ پولیس کی گولیوں سے مارے گئے ہیں ان کے اہل خانہ کی تسلی کون کرے گا؟

آخر cctv کیمرے کس لئے توڑے گئے؟ کیا کیمروں میں اپنی کرتوتوں کے ریکارڈ ہونے کا ڈر تھا؟ کہانی تو کچھ یونہی دکھائی دے رہی ہے مگر انصاف پسند لوگوں کے لیے وہ ویڈیوز ہی کافی ہیں جو پبلک میں وائرل ہوئے ہیں، بس اب ضرورت یہ ہے کہ قوم مسلم (یا وہ مظلوم جن کے ساتھ یہ ہوا ہے) ان کو محفوظ رکھیں اور کورٹ جانے کی تیاری کریں، اگر دو چار پولیس والوں کو ہی جیل کی سلاخوں کے پیچھے پہنچا دیا تو سمجھ لیجیے کہ آپ نے اشاروں پر چلنے والی پولیس کو آدھا مفلوج کر دیا، اگر اتنا نہ ہو تو کم از کم جب تک کیس کی سماعت ہو رہی ہے ملازمت سے فارغ کر دیئے جائیں یہ بھی ان کے لئے موت سے کم نہ ہوگا، ان ویڈیوز کو ان تحریکوں تک پہنچائیں جو ان معاملات میں پیش پیش ہیں، امید کا دامن تھامے رہیں کیونکہ ؎

ان اندھیروں کا جگر چیر کے نور آئے گا
یہ ہیں فرعون تو موسی بھی ضرور آئے گا

CAA کی حمایت کے لئے اوچھے ہتھکنڈوں کا استعمال

شہریت قانون کے لئے دجل و فریب کرنا جمہوریت کی پیشانی پر بدنما داغ ہے، جمہوریت تبادلہ خیال اور باہمی مشاورت کا نام ہے، اس میں ضد نہیں پالی جاتی، فریق مخالف کی بات بھی سنجیدگی سے سنی اور درست ہونے کی صورت میں تسلیم بھی کی جاتی ہے، لیکن بی جے پی حکومت جمہوریت کے اس اصول پر عمل کرنا ہی نہیں چاہتی، اس لئے CAA اور NRC پر ملک کے اکثر طبقات کی کھلی ناراضگی کے باوجود اسے اپنی ضد وانا کا سوال بنا کر اوچھی حرکتوں پر اتر آئی ہے جو انتہائی شرم سار کرنے والی ہیں۔

غیر اخلاقی حرکات

حال ہی میں بی جے پی نے سی اے اے پر عوامی حمایت کے لیے ایک ٹول فری نمبر جاری کیا اور عوام سے مسڈ کال کے ذریعے حمایت کی اپیل کی، یہ ایک جمہوری طریقہ ہے جو ہر سیاسی پارٹی کا حق ہے، لیکن اس کے لئے انتہائی بے شرم اور اوچھے ہتھکنڈے اختیار کئے گئے جو کسی بھی مہذب معاشرے میں گری ہوئی ذہنیت کی نشانی ہے، ٹول فری نمبر کے ذریعے حمایت حاصل کرنے کے لئے جنسی باتیں کرانے والی کال گرل سائٹس، فری ڈیٹا آفر، نیٹ فلکس آفر اور تو اور کیجری وال حکومت کی مفت وائی فائی سروس کے پاس ورڈ کے نام پر بھی یہی ٹول فری نمبر وائرل کیا گیا تا کہ کسی نہ کسی لالچ میں لوگ فون لگائیں اور بی جے پی ان کالز کا ڈیٹا لے کر یہ پروپیگنڈہ کرے کہ اسے بڑی تعداد میں عوامی حمایت حاصل ہوئی ہے۔

دجل وفریب کے نمونے

حال ہی میں احمد آباد (گجرات) کے ایک پرائیویٹ اسکول "گرلز لِٹِل اسٹار" میں 7 جنوری کو اساتذہ نے کلاس روم میں بلیک بورڈ پر یہ مضمون لکھوایا:

"جناب وزیر اعظم! میں اور میری فیملی سی اے اے قانون کی حمایت کرتے ہیں اور قانون بنانے کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔"

انتظامیہ نے طلبہ وطالبات سے یہ مضمون پوسٹ کارڈ پر لکھ کر وزیر اعظم کے آفیشل پوسٹل ایڈریس پر بھیجنے کے لئے دباؤ بنایا اور یہاں تک کہا کہ اگر کسی طالب علم نے ایسا نہیں کیا تو اسے انٹرنل ایگزام میں نمبر نہیں دیئے جائیں گے، اسکول کی طالبات جو پری بورڈ امتحان میں مصروف ہیں، انہیں اس مضمون کی فوٹو کاپی دے کر پوسٹ کارڈ لکھنے کے لیے کہا گیا، جب طلبہ وطالبات کے اہل خانہ نے پہنچ کر اسکول انتظامیہ سے باز پرس اور اعتراض کیا تو اسکول مالک جنیش پرسا رام نے فوراً پینترا بدلتے ہوئے کچھ اساتذہ کی غلطی قرار دے کر معافی مانگ لی اور لکھے ہوئے

احوال وطن

پوسٹ کارڈ واپس کر دیئے گئے۔

10 جنوری کو وائناڈ (کیرل) میں بی جے پی کارکنان سی اے اے حمایتی مہم کے تحت پرچے تقسیم کرتے گھوم رہے تھے، اسی کے تحت انہوں نے ضلع کلکٹر کو بھی ایک پرچہ دیا اور چپکے سے ان کی تصویریں اتار لیں اور سوشل میڈیا پر یہ کہہ کر وائرل کر دیں کہ وائناڈ ڈی ایم نے بھی سی اے اے کی حمایت کی ہے، اب ڈی ایم نے بی جے پی کی اس حرکت پر سخت اعتراض کرتے ہوئے ان کی تصویر کا غلط استعمال کرنے کا الزام عائد کیا ہے، بی جے پی لیڈران بات بات پر تہذیب و ثقافت کی دہائی دیتے پھرتے ہیں لیکن اپنے بنائے قانون کی حمایت کے لئے ایسی نازیبا حرکتیں آخر کس تہذیب کی عکاسی کرتی ہیں؟

اسکول انتظامیہ کا طلبہ و طالبات کو نمبرات کی دھمکی دے کر زبردستی حمایتی کارڈ لکھوانا، کس کی ایما و اشارے پر ہے، آخر وہ کون لوگ ہیں جو اس فریب کے ساتھ طلبہ سے جھوٹی حمایت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟

کیرل کا معاملہ تو بے حد تشویش ناک ہے، ایک آئی پی ایس افسر کسی بھی قانون کی خوبی وخامی کو سیاسی ورکر سے ہزار گنا بہتر جانتا ہے لیکن اسے اقتدار کا نشہ ہی کہا جائے گا کہ بی جے پی کارکنان اتنے بڑے افسر کو بھی ایسے پرچے دیتے ہیں اور فریب سے تصویر نکال کر جھوٹے دعوے کے ساتھ وائرل کرتے ہیں، اگر بی جے پی کو اپنی سمجھ اور قانون کی افادیت پر اتنا یقین ہے تو آخر وہ ان افراد سے بات کیوں نہیں کرتی جو اس قانون کو خلاف دستور ثابت کر چکے ہیں، اپنے فکری مخالفین سے بات کرنا جمہوریت کا اہم جز ہے لیکن اقتدار کے نشے میں چور بی جے پی لیڈران ساری شرم وحیا بالائے طاق رکھ کر جمہوریت کو شرمندہ کرنے پر اتارو ہیں۔

کاش! بی جے پی ایسی اوچھی حرکتوں سے بچتے ہوئے ایک قدم پیچھے ہٹا لیتی تو ایسا کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی، ہندی کی مشہور کہاوت ہے "وِناش کالے وِپرِیت بُدّھی" یعنی جب وقت برا ہوتا ہے تو دماغ بھی الٹی سیدھی حرکتوں پر اتارو ہو جاتا ہے، دہلی کی وہ مستعد پولیس جو جامعہ ملیہ میں ڈیوٹی کے نام پر بغیر اجازت رات کو بھی گھس جاتی ہے، جے این یو میں سنگھی دہشت گردی پر سیکڑوں فون کالز، ٹوئٹس پر بھی تین گھنٹوں تک نہیں پہنچتی ہے، لیکن اب بھارتی لوگ جاگ چکے ہیں اس طرح کے ہتھکنڈوں سے کام نہیں چلے گا، بہتر ہے کہ بی جے پی اپنی ضد چھوڑ کر قانون واپس لے لے ورنہ جھارکھنڈ کی طرح بچے ہوئے صوبوں سے بھی رخصتی ہو سکتی ہے۔

◆◆◆

ص ۵۴ / کا بقیہ

اور آپ کی چادر رحمت میں نمایاں مقام عطا فرمائے، آمین۔

حضرت کے ذریعہ قائم مدارس اور اداروں کو رب کریم روز افزوں ترقی و دوام عطا فرمائے، ان کے روحانی فیضان سے اہل سنت کو بہرہ مند فرمائے، ان کے علمی اور دعوتی وارثین کو رب تعالی سچا جانشین، مذہب و مسلک کا مخلص حامی محامی، ناصر بنائے، صلح کل کے فتنے سے ان سب کو محفوظ فرمائے، اپنے کہے جانے والے بیگانوں سے دور رکھے، ان کی شان وعظمت کو دوبالا کرے، آمین ثم آمین۔

۲۶ / نومبر کو خبر ملی حسن اتفاق کہ حقیر فقیر کی رہائش گاہ پر محفل مولود شریف کا اہتمام تھا، علما اور مخصوصین جمع تھے، حضرت علیہ الرحمہ کے وصال کی خبر دی گئی، لوگوں کو حضرت کے بارے میں بتایا گیا اور اختتام پر حضرت علیہ الرحمہ کے لیے ایصال ثواب کیا گیا، تعزیت پیش کرنے والوں میں امام احمد رضا فاؤنڈیشن کے چیئرمین الحاج قاری محمد صابر علی رضوی بانی و مہتمم دار العلوم قادریہ رضویہ لکھنؤ، مدرسۃ الرضا احسن البرکات لکھنؤ کے فاؤنڈر علامہ خورشید احمد برکاتی کے نام قابل ذکر ہیں، یہ فقیر رضوی حضرت علیہ الرحمہ کے اہل خاندان واہل خانہ اور متوسلین کی خدمات میں صمیم قلب سے تعزیت پیش کرتا ہے۔

◆◆◆

احوال وطن

از: حافظ ہاشم قادری صدیقی *

حوا کی بیٹیوں نے پرچم ہند کو آنچل بنالیا

جان سے زیادہ پیارا ہمارا ملک ہندوستان آج انتہائی مشکل دور سے گزر رہا ہے۔ خواہ وہ مالی خسارے کے اعتبار سے ہو، یالاقانونیت کے اعتبار سے ہو، مہنگائی ہو، عوامی بے چینی ہو وغیرہ، اہل علم ودانش سے لے کر سبھی طبقہ کے لوگ پوری طاقت سے چلا رہے ہیں لیکن انتہائی فکر کی بات یہ ہے کہ حکمراں طبقہ بالکل توجہ نہیں دے رہے ہیں، فاشزم، ضد، ہٹ دھرمی اور غرور میں چور یہ حکومت (جسے اصل میں آر ایس ایس چلا رہی ہے) اپنے عزائم سے پیچھے ہٹنے کو ذرا بھی تیار نہیں ہے، ہوم منسٹر کا غرور بھرا بیان آچکا ہے کہ این آر سی، سی اے اے، این پی آر سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔

جانگسل، صبر آزما اور پر عزیمت جدو جہد، اللہ کی جانب سے خصوصی حمایت ونصرت ملنے تبھی اس ملک گیر متحدہ مزاحمتی جدو جہد کو کامیابی مل سکتی ہے ''ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور ملے گی'' یہ طریقہ بہت خطرناک، تشویش ناک، پریشانی کا باعث ہے، غریب و درمیانی طبقہ، ہر ذات ومذہب کا انسان کراہ رہا ہے لیکن موجودہ حکومت اس طرف توجہ نہ دینے کی قسم کھا کر پوری طاقت سے ہندتوا کے ایجنڈے پر اور آر ایس ایس کی آئیڈیالوجی کو نافذ کر نے پر تلی ہوئی ہے، ایک دو ہوں تو گنایا جائے، دو چار دس ہوں تو رونا رویا جائے، تین طلاق، کشمیر، بابری مسجد NRC,CAA NRP لاکر مسلمانوں کے سینے میں خنجر گھونپ دیا ساتھ میں غریب، دلت وپچھڑے طبقے کے برادرانِ وطن کو بھی پریشانی میں لاکھڑا کیا اور سب سے بڑی بات ہندوستان کے سنودھان کو بدلنے کی جسارت ہی نہیں کی بلکہ پوری قوت سے سنودھان پر حملہ بول دیا ہے اور ہندتوا کے ایجنڈے پر پوری طرح سے عمل شروع کر دیا ہے، تاکہ جو ملکی مسائل ہیں ان کی طرف کسی کا دھیان نہ جائے، یہ طریقہ بہت تشویش ناک ہے۔

ملک کی گرتی معیشت اور حکمرانوں کی ہٹ دھرمی

سوال یہ ہے کہ آخر عوام کرے تو کیا کرے بے روزگاری سے لے کر گرتی معیشت (Gross Domestic Prduct گروتھ ڈومیسٹک پروڈیکٹ، خام ملکی پیداوار یعنی مالی ترقی کا سب سے اہم شماریاتی اشاریہ، جیسے انتہائی اہم مسئلہ کی گراوٹ کی شرح، آزادی کی بعد سے سب سے نچلی سطح پر چلی گئی ہے، کسانوں کی خودکشی کے بڑھتے واقعات کا مسئلہ، دلتوں اور مسلمانوں پر بڑھتے موب لنچینگ ومظالم کا مسئلہ، تعلیمی شعبے میں فیس کا زبردست اضافہ، عورتوں پر بڑھتے مظالم خاص کر اعلیٰ عہدوں پر براجمان نیتا وعہدیداران کی طرف سے زنا کاری جیسے شرم ناک واقعات پر افسوس وشرم کے اظہار کے بجائے مظلوم کی جان اس کے وکیل ورشتے دار تک کو جان سے مار دے رہے ہیں وغیرہ وغیرہ ہندوستان کے غریب دلت ومسلمانوں کے سکون کو غارت کر دیا ہے۔ حکومت کسی کی بھی آواز سن نہیں رہی ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ سن کر بھی خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے، الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کی طرح عوام کی ہر بات کا جواب سختی سے دے رہی ہے، مظلوموں کے بولنے پر پابندی لگائی ہوئی ہے۔

ظاہری بات ہے جب چاروں طرف سے کسی پر مار پڑے گی تو وہ گھبرا جائے گا اور مایوس ہو جائے گا۔ جب سے بی جے پی کی حکومت اقتدار میں آئی ہے آئے دن نت نئے فتنوں سے، دلتوں پچھڑوں، آدی باسیوں اور آر ایس ایس کی آئیڈیالوجی کی مخالفت کرنے والوں خصوصاً مسلمانوں پر یلغار (حملہ، دھاوا،) کر دیا ہے، تین طلاق، کشمیر کی دفعہ 370 کو ختم کرنا، بابری مسجد کا فیصلہ اپنے حق میں کرا کر انصاف کا قتل کرنا اور اب تو ظلم کی

احوال وطن

ساری حدیں پار کر کے غریبوں ،کمزوروں، آدی واسیوں ،پچھڑوں اور مسلمانوں پر این آرسی،سی اے اے، این پی آر، جیسے کالے قوانین کو لا کر پورے ملک کے چین وسکون کو غارت کر دیا ہے۔ زرخرید غلاموں جسے عرف عام میں گودی میڈیا کہا جاتا ہے، ان سے جھوٹ کو سچ، سچ کو جھوٹ پھیلانے میں لگا دیا ہے، گودی میڈیا نے پوری طاقت جھونک دی ہے اور بی جے پی، آئی ٹی سیل کی ٹیم، واٹس ایپ یونی ورسٹی کے غلام اور بی جے پی حکومت کے وہ نمک (حلال ×) حرام تنخواہ دار جو دن رات جھوٹ کو سچ بتانے کے لیے نوکری میں رکھے گئے ہیں، لاکھوں مدح سرا اور پرستار بے روزگاروں کو ملک گیر سطح پر دوسو سے لے کر ایک ہزار روپیے یومیہ کی مزدوری پر روزگار دے رکھا ہے، اُچھلنے کودنے، دنگا کرنے،ٹرول کرنے، لنچینگ کرنے،غیر فاشسٹ دانشوروں، انقلابیوں، نیز مخلص ومحب وطن باشندوں کو غدارِ وطن، ملک دشمن اور قسم قسم کے گندے اور تذلیل تبصرے و گالیاں دینے اور زمین پر ان کا صفایا کرنے کے لیے (اپنے بھگتوں) کو تو روزگار بی جے پی نے دے دیا ہے، بقیہ عوام کو روزگار کیوں دیں؟ انھوں نے ووٹ تو دیا نہیں تھا، نہ ہی وہ حکومت کے مددگار ہیں، نہ ہی دنگا فساد کا اہم ومفید کام کر رہے ہیں، یہ مسلمان، دلت، کمزور طبقہ کے لوگ اپنے حق اور دستور کی بات کرتے ہیں، تو ایسے ناسمجھوں اور دیش دروہیوں کو ایک راشٹروادی سرکار، نسل پرست سرکار، ارب پتیوں کی غلام سرکار، بھلا سب کو روزگار کیوں دے؟

ووٹ کا حق چھیننے کی سازش

آرایس ایس کے پلان کے مطابق مسلمانوں، دلتوں، پچھڑوں، آدی باسیوں سے ووٹ کا حق چھین لیا جائے اور انھیں DETENTION CENTRE میں ڈال دیا جائے، طرح طرح کے مظالم کر کے ان کو ڈمرالائز کر دیا جائے اور ملک کے دوسرے درجے کا شہری بنا دیا جائے، یہ کام موجودہ حکومت بہت منصوبے کے تحت کر رہی ہے، این آرسی، سی اے اے، این پی آر جیسے کالے قانون اسی لیے لائے گئے ہیں، اللہ خیر فرمائے۔

شب دیجور کے بعد صبح نو ضرور آئے گی اِن شاءاللہ

پورے ملک ہی نہیں پوری دنیا میں NCR,CAA, NPR قانون کے خلاف زبردست احتجاج ہو رہا ہے، جامعہ ملیہ دہلی اور شاہین باغ کی شاہین صفت خواتین ومعصوم بچوں اور بوڑھی دادیوں نے تو انقلاب برپا کر دیا ہے، ایک سو اٹھارہ سال ریکارڈ توڑ 2 ڈگری درجہ حرارت میں، ان انقلابی خواتین کی ہمت نے پورے ملک کو جگا دیا اور اس وقت پورے ہندوستان میں 20 سے زیادہ جگہوں پر شدید احتجاج جاری ہے، اس میں اضافہ ہی ہو رہا ہے، ان شاءاللہ اور اضافہ ہوگا۔ حالات جتنے خراب ہوں کسی کو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں، خاص کر اہل ایمان کو اسلامی تاریخ کا مطالعہ فرمائیں کتابِ ہدایت قرآن مجید واحادیث طیبہ کا مطالعہ فرمائیں مدد لیں، واضح ہدایات موجود ہیں روشنی ومدد ملے گی ان شاءاللہ تعالیٰ ضرور۔

حوصلہ رکھیں مایوس نہ ہوں

مایوس نہ ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں 84 سے زیادہ ہدایات دیا ہے، چند مطالعہ فرمائیں، قرآن مجید کی ایک آیت ہی کافی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اور وہی (اللہ) ہے جو لوگوں کے ناامید ہونے کے بعد بارش اُتارتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے اور (اللہ) وہی کام بنانے والا ہے، تعریف کے لائق ہے۔" (القرآن، سورۃ شوریٰ: 42 آیت 28)

"اور سستی نہ کرو اور غم نہ کھاؤ تم ہی غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔" (القرآن، سورہ البقر: 2 آیت 110)

سورۃ 10 آیت 9/سورۃ 15 آیت 50/وغیرہ وغیرہ مایوسی قطعی نہ ہو ہمت رکھیں انقلاب آ کر رہے گا ان شاءاللہ تعالیٰ، اللہ کی مدد آئے گی قدرت کا نظام اٹل ہے جس طرح پورے سال میں 22 جون کا دن سب سے بڑا اور روشن ہوتا ہے، اسی طرح پورے سال کی سب سے بڑی رات 22 دسمبر کی ہوتی ہے اور سب سے اندھیری ہوتی ہے، جسے "شبِ دیجور" کہتے ہیں، اس کالی رات کے بعد بھی صبحِ نو (نیا سویرا) نمودار بقیہ ص ۱۱ پر

بارہویں قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

ملفوظات تاج الشریعہ

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو ''ملفوظات'' کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تا کہ آنے والی نسلیں ان سے رشد وہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھتا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲؍ سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰؍ ہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ''ملفوظات تاج الشریعہ'' صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ ''ملفوظات تاج الشریعہ'' میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تا کہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اس کی تیرہویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کررہا ہے۔

احقر محمد عبدالرحیم نشترؔ فاروقی

◄■گزشتہ سے پیوستہ■►

۱۱؍ جولائی ۲۰۱۰ء، بریلی شریف، ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض...۱: کیا سفر معراج روحانی اور ایک خواب تھا؟ ہماری مسجد میں بتایا گیا کہ یہ حقیقتاً ایک خواب تھا اور اگر کسی نے جسمانی سفر کا لکھا بھی ہے تو وہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک تھا۔ رہنمائی فرمائیں۔

ارشاد...: حق یہ ہے کہ اسرا ومعراج کُل، مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک سب روح وجسد کے ساتھ، حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو یہ فضیلت عطا کی گئی اور اس سلسلے میں قاضی عیاض اور دوسرے محققین نے یہی فرمایا ہے اور اسرا جو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک یہ قطعی ہے اور مطلقاً اسرا کا منکر کافر ہے اب اس میں اختلاف ہے کہ یہ اسرا بالروح تھا یا بالجسد لیکن حق یہ ہے کہ یہ اسرا بھی جسمانی ہے اور اس کے بعد آسمانوں تک اور سدرۃ المنتہیٰ تک سب اسرا جسمانی ہے اور اس کے بعد جو لامکاں تک سرکار علیہ الصلاۃ والسلام تشریف لے گئے، اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ تحقیق فرمائی ہے کہ اُتنا سفر وہ روحانی اور بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ دو معراجیں ہوئیں ایک سر کی آنکھ سے یعنی جسمانی ہوئی اور دوسری قلب سے یعنی وہ روحانی ہوئی اور اس میں یہ تطبیق ہوسکتی ہے کہ پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے

سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کو تمہید کے طور پر معراج منامی سے مشرف فرمایا تاکہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام اس کے لئے تیار ہوں اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو ایک قسم کی تقویت اور طمانیت قلب حاصل ہو اس لئے معراج منامی سے سرفراز فرمایا اور اس کے بعد معراج جسمانی جاگتے میں سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے عطا فرمائی۔

عرض...۲: کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر کی آنکھوں سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا دیدار کیا؟ ہم نے کسی سُنّی عالم کی تقریر میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے حوالے سے سُنا تھا کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کو ایک نہیں چونتیس (۳۴) مرتبہ معراج کی سعادت عطا ہوئی۔ وضاحت فرمادیں۔

ارشاد...: حق یہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کا دیدار کیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہما سے اس سلسلے میں دونوں روایتیں ہیں ایک یہ بھی کہ اپنے قلب سے اور ایک روایت یہ ہے کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی آنکھ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا دیدار کیا بے محاذات اور بے کیفیت اور جہت سے وراء آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس وصال اور اس قرب سے نوازا اسی لئے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے اسی کو اختیار فرمایا ہے اور اپنے لاجواب کلام میں یہ فرمایا کہ:

یہ طور کجا سہ پہر تو کیا کہ عرش عُلا بھی دور رہا
جہت سے ورا وصال ملا یہ رفعت شاں تمہارے لئے

اور حضرت امام احمد ابن حنبل رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ سے کسی نے یہ پوچھا کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے اللہ تبارک وتعالیٰ کو دیکھا تو المعتقد المنتقد علامہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ کی کتاب میں اور دوسری کتابوں میں یہ ہے کہ فرمایا: راٰہ راٰہ راٰہ اور اس کی تکرار کرتے رہے یہاں تک کہ سانس ٹوٹ گئی یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کو سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے دیکھا اور ان سے یہ بھی مروی ہے کہ عام مجالس میں عوام کے سامنے اس مسئلے کو بتانے سے احتراز، احتیاط کرتے تھے تاکہ عوام جو کالانعام ہیں وہ اس دقیق مسئلے میں اعتقادِ تجسیم یا محاذات اور جہت کے اعتقاد میں پڑ کر کے ضلالت میں نہ پڑیں اور گمراہی کا شکار نہ ہوں اور یہ جو کسی واعظ نے بیان کیا یہ حضرت عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی کتاب ''مدارج النبوۃ'' میں تو میں نے نہیں دیکھا البتہ ''معارج النبوۃ'' واعظ کاشفی کی کتاب ہے اس میں غالباً یہ موجود ہے کہ معراج منامی سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کو بتیس مرتبہ یا جس طرح واعظ نے بیان کیا چونتیس مرتبہ نصیب ہوئی۔

عرض...۳: سورہ نجم کی آیت نمبر ۸ اور ۹ ہے: **ثم دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ** مصر کے ایک اشعری اسکالر نے کہا کہ اس سے مراد سرکار کریم علیہ الصلاۃ والسلام اور جبرائیل امین علیہ السلام کا قرب ہے اور جو یہ کہتا ہے کہ یہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے قرب کے بارے میں مکان اور فاصلے کے ساتھ ہے تو یہ مجسمہ کا عقیدہ ہے اور یہ کفر ہے، حضور اس کی وضاحت فرمادیں۔

ارشاد...: دونوں ہی قول ہیں تفاسیر میں اور ایک قول کے تحت دنیٰ اور تدلیٰ کی ضمیریں حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کی طرف لوٹ رہی ہیں کہ جبرائیل امین علیہ السلام حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے قریب ہوئے اور بہت نزدیک ہوئے اس نزدیکی کو تدلی سے تعبیر کیا گیا یعنی جس طرح سے کوئی چیز اوپر سے آئے تو لٹک جائے یہ کہ ان کا تعلق سدرۃ المنتہیٰ سے بھی تھا اور سرکار علیہ الصلاۃ والسلام سے بھی آپ علیہ السلام اس قدر قریب تھے گویا کہ آپ علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ سے لٹکے ہوئے تھے اور سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف آپ علیہ السلام قریب تھے ایک قول یہ ہے اس کو تفاسیر میں بیان کیا۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ ضمیر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف لوٹ رہی ہے اور معالم التنزیل بغوی میں اور دوسری تفاسیر میں اس کو اور شفا شریف میں بھی اس کو لیا ہے اور یہ قرب مکان اور فاصلے کے لحاظ سے نہیں ہے بلکہ یہ قرب باعتبار مرتبہ اور باعتبار منزلت کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کا مرتبہ اتنا بڑھایا ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اتنا

قریب کیا کہ جس قرب کی کوئی غایت بیان نہیں کی جا سکتی اور وہ قرب مکانی قرب سے اور جسمانی قرب سے بہت دور ہے اس لئے کہ وہاں پر جسم وجسمانیت کا گزر ہی نہیں ہے اور اس تفسیر کی خود تائید اسرا و معراج میں جو ایک روایت شریک نے انس ابن مالک رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ سے کی ہے اس میں یہ ہے کہ:

''و دنا الجبار رب العزة۔ (تفسیر معالم التنزیل، جلد ۱، صفحہ ۴۰۱) پھر جبار رب العزت (اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام ہیں) قریب ہوا، اپنے محبوب حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم سے۔''

اسی کو اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے ترجمۂ کنز الایمان میں استعار فرمایا چنانچہ اس کا ترجمہ:

''پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اُتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔''

یہ ترجمہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس سے پتا لگا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے اسی تفسیر کو اختیار فرمایا ہے رہ گئی وہ بات جو مصری اسکالر نے کہی کہ ''جو یہ کہتا ہے کہ یہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے قرب کے بارے میں مکان اور فاصلے کے ساتھ ہے تو یہ مجسمہ کا عقیدہ ہے'' تو الحمد للہ اہل سنت وجماعت کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ وہ قرب مکانی وقرب مسافت تھا تو یہ بے شک مجسمہ کا عقیدہ ہے جو اس زمانے کے وہابیہ ہیں، وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو مجسم مانتے ہیں اور اس کے لئے آنا جانا اور عرش پر بیٹھنا وہ ہی مانتے ہیں اہل سنت وجماعت کا یہ عقیدہ نہیں ہے یہاں جو اہل سنت اس کا اعتقاد رکھتے ہیں وہ صرف قرب منزلت ہے نہ قرب مکانی۔

عرض... ۴: یہ شعر معراج شریف کے حوالے سے SMS کیا گیا حضرت کیا فرماتے ہیں؟

انہیں تو عرش پہ محبوب کو بلانا تھا
ہوس تھی دید کی، معراج کا بہانہ تھا

ارشاد...: یہ شعر قابل اعتراض ہے اور اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف ہوس کی نسبت ہے جو کھلی بے ادبی ہے ہوس کی نسبت بندوں کی طرف سے بندوں کے لئے ہو تو اس سے بُرے معنیٰ سمجھے جاتے ہیں اور ایک بندہ اپنے لئے اس لفظ کی نسبت گوارا نہیں کرتا اللہ تبارک وتعالیٰ کا مقام تو بہت بلند وبالا ہے یہ شعر کفری مضمون پر مشتمل ہے اس کو مقرر رکھنا اور اس کو sms سے پھیلانا بہت سخت مذموم اور شنیع، اس کے مضمون پر مطلع ہو کر جن لوگوں نے اس کو مقرر رکھا ان پر توبہ اور تجدید ایمان ہے۔

عرض... ۵: اکاؤنٹینٹ یا آڈیٹر جو آڈیٹنگ کرتے ہیں وہ اکاؤنٹ میں ہیرا پھیری کر کے ان کو غلط ظاہر کرتے ہیں تا کہ ٹیکس اور انٹرسٹ (سود) بچایا جا سکے اور انہیں اچھی تنخواہ بھی دی جاتی ہے اور یہ اکثر چارٹرڈ اکاؤنٹنٹس کرتے ہیں اس کام کا اور تنخواہ کا کیا حکم ہے؟

ارشاد...: یہ سوال انٹرنیٹ پر دینے کے قابل نہیں ہے اس کا جواب انٹرنیٹ پر دینا خلاف مصلحت ہے اور اس سلسلے میں، میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ یہ ہیرا پھیری کا لفظ قابل وضاحت ہے اور میری سمجھ میں یہ ہیرا پھیری نہیں آتی ہے اور کسی کے پاس اگر اس کی ملک ہے وہ اپنی ملک میں شرعاً اس کو ہر جائز تصرف کا اختیار ہے اور اس کے اوپر یہ فرض نہیں ہے کہ اپنی ملک وہ کسی پر ظاہر کرے کل یا جز۔

عرض... ۶: میں نعت اور قوالی سنتا ہوں لیکن میرے اکثر دوست اس بارے میں غلط رائے رکھتے ہیں، مجھے کیا کرنا چاہئے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: آپ نعت سن سکتے ہیں، میوزک کے ساتھ نعت سننا جائز نہیں اور قوالی کا بھی یہی حکم ہے اور اسی حکم کے تحت قوالی بھی نہیں سُن سکتے۔

عرض... ۷: کیا ہمیں کسی بھی قسم کی موسیقی سننے کی اجازت ہے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: نہیں اس کی اجازت نہیں ہے۔

.... جاری

از: مولانا انیس عالم سیوانی*

نبیل ملت اور شیر نیپال کا وصال! اہل سنت کا عظیم خسارہ

یادِ رفتگاں

نبیل ملت حضرت علامہ نبیل احمد حیدر القادری

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سیدنا امام احمد رضا خان فاضل بریلوی ۱۲۷۲/ ۱۳۴۰ھ فرماتے ہیں ؎

بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا
لمعۂ باطن میں گمنے جلوۂ ظاہر گیا

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سنی مرے
یوں نہ فرمائیں تیرے شاہد کہ وہ فاجر گیا

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب وطاہر گیا

مؤرخہ ۲۸ / ربیع النور شریف ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۶ / نومبر ۲۰۱۹ء بروز سہ شنبہ بعد فجر یہ افسوس ناک خبر کانوں سے ٹکرائی کہ گزشتہ شب ۹ / بج کر ۵۰ / منٹ پر سلسلۂ حیدریہ حسن پورہ کے صاحب سجادہ خانقاہی نظام دعوت وارشاد کے عظیم مربی، معلم، مرشد اور ہادی نبیل ملت حضرت علامہ مولانا نبیل احمد حیدر القادری علیہ الرحمہ اللہ کو پیارے ہوگئے، یہ سن کر ایک جھٹکا لگا، دل مغموم اور غم والم سے رنجور وناچار، عقل ودماغ نے جیسے کام کرنا بند کر دیا، بہر حال بندہ کیا کر سکتا ہے، اللہ کی مرضی کے آگے کس کا بس چلتا ہے، کلمۂ ترجیع زبان پر جاری ہوا، بار بار مغفرت اور ترقی درجات کی دعا لب پہ جاری ہوئی، موت کا وقت مقرر ہے، موت سے راہ فرار نہیں، اللہ نے موت اور حیات کو پیدا فرمایا اور موت کا وقت مقرر فرما دیا، اس سے ایک لمحہ پہلے یا بعد کو موت نہیں آتی، نیک وبد سب کو موت آتی ہے، ہاں! یہ ضرور ہے کہ صالحین اور فاجرین دونوں کی موت میں فرق ہے، گنہگار، فاجر وکافر مرتے ہیں تو انہیں عذاب الٰہی میں گرفتار کیا جاتا ہے، موت ان کے لیے حسرت و افسوس اور سزا لے کر آتی ہے اور جب کوئی مومن صالح مرتا ہے تو واصل بحق ہوتا ہے، یعنی اپنے رب کی نعمتوں اور رحمتوں سے سرفراز کیا جاتا ہے، فرشتے اس کا احترام بجا لاتے ہیں، قبر میں مومن صالح کو سب سے بڑی دولت یہ ملتی ہے کہ جان ایمان، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہوتا ہے۔ ؎

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی

ہمیں یقین ہے کہ ضرور ضرور سرکار مدینہ، راحت قلب و سینہ، شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان کرم کی بدولت نبیل ملت علیہ الرحمہ ان تمام مراحل سے گزر کر گنبد خضریٰ کے حسین چھاؤں میں محو استراحت ہوں گے۔

اہل سنت وجماعت کے لیے ۲۶ / نومبر کی تاریخ بڑی غمناک اور کربناک رہی کہ ایک ہی دن میں بہار کی سرزمین سے حضرت نبیل ملت اور نیپال کی سرزمین سے شیر نیپال علامہ مفتی جیش محمد برکاتی دونوں بزرگوں کے سانحۂ ارتحال کی خبریں موصول ہوئیں، رب تعالیٰ مرحومین کو اپنی جوار رحمت میں جگہ مرحمت فرمائے اور ان کے روحانی، علمی فیضان سے ہم سب کو بہرہ ور فرمائے، آمین۔

حضرت نبیل ملت رہتے سیوان میں تھے، لیکن ان کا دعوتی، علمی سلسلہ ملک کے مختلف حصوں میں پھیلا ہوا تھا، ان کے چاہنے والے، محبت کرنے والے ہزاروں کی تعداد میں بستے ہیں، بلکہ کہیں تعداد و بیان سے باہر، زندگی بھر انھوں نے خانقاہی نظام اور صوفیانہ طرز تبلیغ کے ذریعہ دین وسنیت کی خدمات انجام دی، وہ عالم باعمل، پابند شرع شیخ طریقت، مقبول عام خطیب اور باأثر

* مضمون نگار امام احمد رضا فاؤنڈیشن، لکھنؤ کے جنرل سکریٹری ہیں۔

مربی تھے، اس حقیر نے حضرت علیہ الرحمہ کا نام نامی اسم گرامی بچپنے میں سن رکھا تھا، ملاقات کا شرف عمر مبارک کے آخری دور میں ہوا، حد درجہ حسین وجمیل، خوبصورت، رُخ پر نور، ہونٹوں پہ ہمیشہ تبسم، چہرہ بھرا ہوا، چوڑی پیشانی، باتوں میں حلاوت، گفتگو میں ٹھہراؤ، الفاظ وانداز تکلم پُرتاثیر، پوری زندگی سلسلے کے فروغ اور بیعت وارشاد میں گزری، گویا کہ اپنے آپ کو بزرگوں کے بتائے طریقے اور کاموں کے لئے وقف کر دیا تھا، آپ جس خانوادے سے تعلق رکھتے تھے خانوادۂ حیدریہ کے نام سے مشہور ومعروف ہے، اس سلسلے کے وابستگان اپنے نام کے آگے حیدری کی نسبت لگاتے ہیں، اس سلسلے کے شہرۂ آفاق بزرگ اور با فیض ہستی مخدوم الآفاق حضرت سید غلام حیدر علیہ الرحمہ گزرے ہیں، جن کا مرقد مبارک حسن پورہ ضلع سیوان میں مرجع خلائق ہے۔

حاصل شدہ تعارفی مواد سے پتہ چلتا ہے کہ خاندان حیدریہ حضرت مخدوم شہاب الدین پیر جوت کے نواسے سلطان سید احمد چرم پوش ہمدانی ثم بہاری سے منسوب ہے، واضح رہے کہ حضرت مخدوم شہاب الدین پیر جوت رشتے میں حضرت مخدوم شرف الدین یحیٰ منیری کے خسر تھے، حضرت نبیل ملت علامہ نبیل حیدر القادری علیہ الرحمہ کے والد ماجد علامہ وکیل احمد حیدری کا اور علامہ غلام حیدر علیہ الرحمہ کے درمیان کا زمانہ تقریباً چار سو سالوں پر محیط ہے۔

اس خاندان میں بہت سے با فیض، صاحب کرامت بزرگ گزرے ہیں، جانکاروں کا ماننا ہے کہ ہندو پاک کے امیر وکبیر اور سیاسی دنیا کی مانی ہوئی ہستیاں مذکورہ خانوادہ کے بزرگوں کے ربط میں رہتی تھیں، مختلف بلاد وامصار سے حاجتمند رجوع کرتے تھے اور دعاؤں کے طالب ہوتے تھے، اسی نامور خانوادہ کے فرزند جلیل اور بطل عظیم کا نام علامہ نبیل حیدر تھا، آپ کی پیدائش ماہ ذی قعدہ ۱۳۵۹ھ بروز جمعرات رات ۱ر بجے مطابق ۱۹ر دسمبر ۱۹۴۰ء میں ہوئی، آپ کا نام نامی اسم گرامی سید نبیل احمد اور تاریخی نام شاہ رضا احمد وشاہ حامد رضا تجویز ہوا۔

والد گرامی حضرت علامہ سید وکیل احمد حیدری نے ناز ونعم کے ساتھ آپ کی تعلیم وتربیت کا اہتمام فرمایا، ابتدائی تعلیم گھر کے دینی مذہبی ماحول میں ہوئی، درس نظامیہ کی تعلیم کے لیے صوبۂ بہار کا معروف شہر مظفر پور کا سفر کیا، وہاں درس نظامی کی تعلیم حاصل کی، اس کے علاوہ مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ کی تعلیمی اسناد حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں حضور حافظ ملت جلالۃ العلم، علامہ حافظ عبد العزیز مرادآبادی ثم مبارکپوری، مشہور محدث علامہ ثناء اللہ محدث مئوی، علامہ وکیل احمد حیدری اور علامہ کفیل احمد حیدری کے نام معروف ہیں۔

آپ کی زندگی کے بیشتر ایام رشد وہدایت، تبلیغ وارشاد اور سلسلۂ حیدریہ کی توسیع وترویج اور فروغ میں گزرے، آپ کا حلقہ بہت وسیع تھا، بالخصوص شمالی بہار، اڑیسہ، آسام اور چمپارن بہار میں بکثرت آپ کے مریدین پائے جاتے ہیں، آپ کے سلسلے اور آپ کے نام سے منسوب کئی مذہبی ادارے چلتے ہیں، آپ کی خانقاہ حسن پورہ میں صبح سے شام تک حاجتمندوں کا ازدحام رہتا ہے، ایک طرح سے روحانی شفا خانہ ہے، جہاں روزانہ سیکڑوں کی تعداد میں مریض دعا کرانے کے لئے حاضر ہوتے ہیں، آپ بڑے خوش مزاج، رقیق القلب، نرم خو، سادہ لوح تھے، ہمیشہ چہرہ پہ مسکراہٹ اور سادگی کے آثار نمایاں رہتے اور یہ خوبی وراثتاً آپ کے صاحبزادگان بالخصوص موجودہ سجادہ وجانشین حضرت علامہ ڈاکٹر ناہید احمد حیدر القادری میں بھی بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے۔

آپ کے تبلیغی اسفار میں اکثر وبیشتر آپ کے جانشین علامہ ناہید صاحب شریک سفر رہتے، موجودہ سجادہ بذات خود با صلاحیت، با خلاق، پڑھے لکھے شخص ہیں، ایک ولی عہد اور سجادہ کے اندر جن خوبیوں اور اوصاف کی ضرورت ہوتی ہے الحمد للہ وہ سب آپ میں پائی جاتی ہیں، مذہبی اور دینی خدمات کے ساتھ ساتھ صاحب سجادہ اعزہ واقارب اور دوست واحباب کے بھی منظور نظر ہیں، عام طور پر لوگ عزت واحترام کے ساتھ نام لیتے ہیں، پاس پڑوس کے لوگوں کے دُکھ درد میں شامل ہوتے ہیں، حضرت مولانا سید ناہید صاحب کے تین صاحبزادے ہیں، عزیز مکرم عاطف احمد (انجینئر) عاکف احمد (عالم دین) کاشف احمد (زیر تعلیم) اور ایک دختر

یادِ رفتگاں

ماشاء اللہ سب کے سب تعلیم وتعلم سے وابستہ اور حسن صورت و سیرت سے مرصع ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو مذہب حق اہل سنت کے ساتھ ترقی عطا فرمائے۔

حضرت علامہ نبیل صاحب علیہ الرحمہ کے صاحبزادگان ہیں:

(۱) مولانا ناہید صاحب (۲) ید شاہد احمد حیدری ایم اے علیگ (۳) سید خالد احمد حیدری (۴) سید راشد احمد حیدری۔

حضرت نبیل ملت کے خلفا میں اساتذہ جامعہ حنفیہ غوثیہ بجرڈیہہ بنارس (۱) علامہ مفتی محمد رجب علی بلرامپوری (۲) علامہ الحاج محمد یعقوب مصباحی (۳) مفتی سید فاروق احمد رضوی (۴) مولانا عبد المحیط حبیبی (۵) مولانا عبد الغنی حیدری چمپارن (۶) مولانا محمد شکیل احمد حیدری چمپارن (۷) صوفی سید منظور احمد حیدری علیہ الرحمہ سیوان (۸) مفتی محمد اسرافیل حیدری مغربی چمپارن کے نام قابل ذکر ہیں۔

آپ علیہ الرحمہ کے حلقۂ متوسلین میں کئی بڑی کانفرنسیں سالانہ منعقد ہوتی ہیں حیدری کانفرنس کے نام سے جن میں ملک کے مایہ ناز خطبا اور علما کی شرکت ہوتی ہے۔

غرضیکہ حضرت نبیل ملت کی پوری حیات مبارکہ خدمت دین متین اور فروغ مذہب اہل سنت میں گزری، آپ کے سبب سے بہت سے علاقوں میں وہابیت، دیوبندیت، شیعیت اور صلح کلیت جیسے فتنوں سے عوام محفوظ رہی، انتقال کی خبر ملنے کے بعد حقیر کی رہائش گاہ کھدرا سیتا پور روڈ لکھنؤ، دار العلوم قادریہ رضویہ رام نگر لکھنؤ، درگاہ کھمن پیر چار باغ لکھنؤ میں دعائے مغفرت و ایصال ثواب کیا گیا، رب تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائے اور آپ کے جانشینوں کو مذہب اہل سنت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کا سچا مبلغ و علمبردار بنائے، آمین بجاہ سید المرسلین۔

شیر نیپال علامہ مفتی جیش محمد برکاتی

دنیائے سنیت کے عظیم محسن، اہل سنت کے مخلص قائد و رہنما، مذہب و مسلک کے سچے حامی و ناصر شیر نیپال حضرت علامہ مفتی جیش محمد برکاتی علیہ الرحمہ کے انتقال پُر ملال کی خبر سن کر سخت صدمہ پہنچا۔

حضرت علیہ الرحمہ کی شخصیت اہل سنت و جماعت میں محتاج تعارف نہیں، ملک کے ممتاز اور نمایاں علما میں آپ کا شمار ہوتا تھا، آپ کی ذات تصلب فی الدین اور راسخ الاعتقادی کی علامت تھی، مسلک اعلیٰ حضرت کے بے لوث اور مضبوط حامیوں کے طور پر پہچانے جاتے تھے، شیر نیپال ان حضرات میں سے تھے جنہوں نے حالات اور ماحول کو بدل دیا، اس حقیر کی موصوف سے ملاقات نہیں لیکن نیپال اور نیپال کی سرحد سے متصل بہار کے علما اور طلبہ کی زبانوں سے ان کا ہمیشہ ذکر خیر سنتا رہا، اس علاقے کے اکثر طلبہ کی زبان سے شیر نیپال کا نام سنتا، عام طور پر شیر نیپال جب کہا جاتا تو اس سے مراد حضرت علیہ الرحمہ کی ذات ہوتی، حضرت والا نے پوری سختی کیساتھ خدمت دین وسنیت کا فریضہ ادا کیا، دین ومذہب کے معاملہ میں تساہلی اور تذبذب کو کبھی بھٹکنے نہ دیا، بلاشبہ وہ اہل سنت کی وراثتوں کے امین، اسلاف کی نشانی اور اخلاف کے لیے دلیل وجحت تھے، وہابیت، دیوبندیت، رافضیت، نیچریت اور صلح کلیت جیسے فتنوں سے زندگی بھر نبرد آزما رہے، ان کی زندگی کا نصب العین احقاق حق وابطال باطل تھا، اس سے سر مو انحراف انہوں نے نہ کیا۔

ان کی رحلت پوری دنیائے سنیت اور بالخصوص نیپال اور شمالی بہار کے اہل سنت کے لیے عظیم خسارہ ہے، شیر نیپال علامہ جیش محمد علیہ الرحمہ پر بزرگوں نے اعتماد اور بھروسہ فرمایا اور بعد والوں نے آپ کو اپنا بڑا تسلیم کیا، ۲۶ رنومبر ۲۰۱۹ء مطابق ۲۸ ربیع النور شریف ۱۴۴۱ھ رات ساڑھے گیارہ بجے حضرت والا نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا انا للہ وانا الیہ راجعون، اس خبر جانکاہ کو پڑھ کر صدمہ پہنچا کہ ہمارے اکابر اور اساطین ایک ایک کر کے ہم سے رخصت ہوتے جارہے ہیں، یہ وہ حضرات ہیں جن کے دم قدم سے سنیت میں بہار تھی، ان کے نام سے باطل لرزہ براندام رہتا تھا، ان کی گرج سے وہابیت کا کلیجہ تھرّا اٹھتا تھا، ان کے وجود سے عوام اہل سنت پر علما کا رعب قائم تھا، اللہ رب العزت ان کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے، سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، جان عالمین ﷺ کی شفاعت بقیہ ص ۶۴ ر پر

دوسری اور آخری قسط

از: مفتی محمد اختر حسین قادری*

امام العلما حضرت مفتی شبیر حسن رضوی علیہ الرحمہ اور مرکز اہل سنت بریلی شریف

گزشتہ سے پیوستہ

۲۵ رصفر المظفر ۱۴۰۹ھ بروز منگل میرے لئے ارجمندی وسعادت مندی کا ایک عظیم اور تاریخی دن ہے مجھے اس دن وہ نعمت بے بہا ملی جس کے انوار وتجلیات سے آج میرا پورا وجود تابندہ ودرخشندہ ہے اور شبستان حیات بھی تیرہ وتاریک کے بجائے روشن اور منور ہے، صبح کو حضور امام العلما کی معیت میں ''دربار اعلیٰ حضرت'' میں دوبارہ حاضری کا شرف ملا اور پھر آپ کے ان کلمات روح افزا کا سماعت نے خیر مقدم کیا:

''چلو حضرت ازہری میاں صاحب کے دولت کدہ پر چلتے ہیں تم کو حضرت سے مرید ہونا ہے۔''

یہ مژدۂ خیر وبرکت سن کر عرس رضوی کی بہاروں میں گویا جان بہار آ گئی اب میں اپنے رفیق درس برادر خواجہ تاش مولانا محمد اشتیاق القادری ساکن کنتور بارہ بنکی استاذ جامعہ عربیہ بحر العلوم سدھور بارہ بنکی کے ساتھ امام العلما کی رہنمائی میں شیخ عرب وعجم مخدوم حل وحرم پیکر رحم وکرم منبع افضال ونعم معدن علوم وحکم سیدی مرشدی تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری بریلوی قدس سرہ (ولادت ۲۴ رذیقعدہ ۱۳۶۲ھ وفات ۶ رذیقعدہ ۱۴۳۹ھ) کے دولت کدہ کی طرف چل پڑا حضور تاج الشریعہ قدس سرہ اس وقت صدر دروازہ موسوم بہ ''باب الرضا'' سے متصل اتر اور پچھم کی سمت بنے کمرہ میں تشریف فرما ہوتے تھے، حضور امام العلما ہم دونوں کو لے کر جس وقت پہنچے دروازۂ شیخ بند تھا مگر امام احمد رضا کے فیوض وبرکات کا آفتاب اپنی کرنوں سے قلوب واذہان کو حرارت بخش رہا تھا اور اہل ارادت در پر کھڑے نور کی سوغات سے دامن دل کے بھرنے کا انتظار کر رہے تھے۔

میری قوت حافظہ کے مطابق حضور امام العلما تقریباً ایک گھنٹہ تک ہم لوگوں کے ساتھ ''باب رضا'' کے پاس کھڑے رہے پھر یکایک دروازہ وا ہوا اور بڑی تیزی سے پروانے شمع پر قربان ہونے کے لئے دوڑ پڑے، بحمدہ تعالیٰ اپنے شیخ سے قریب ترین جگہ پا کر مرید ہونے والوں میں ہم دونوں کو اوّلیت حاصل رہی، ہم لوگ غلامی کا پٹہ گلے میں ڈال کر جب تک باہر نہ آ گئے امام العلما باہر کھڑے رہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کے دل میں بریلی شریف اور خانوادہ رضویہ کی عزت وعظمت کس درجہ موجزن تھی اور در رضا کی غلامی پر کس قدر ناز اور اعتبار واعتماد تھا۔

اہل نسبت جانتے ہیں نسبت باب رضا
ملتا ہے اس در سے جام قادریت واہ واہ

ایک بار جامعہ اسلامیہ روناہی میں سالانہ امتحان کے موقع پر یادگار اسلاف صدر العلما علامہ تحسین رضا خاں قادری محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان مدعو ہوئے، امام العلما نے راقم سے فرمایا:

''بریلی شریف سے بہت بڑے عالم تشریف لا رہے ہیں، حضرت کا قیام میری درسگاہ میں رہے گا اور تم خدمت پر مامور کئے جاتے ہو، حضرت کو کسی طرح کی تکلیف نہیں ہونی چاہئے۔''

میں نے اپنی سعادت مندی تصور کرتے ہوئے لبیک کہا پھر حضور صدر العلما جلوہ فرما ہوئے، دو دن تک حضرت کا قیام رہا اور فقیر نے فیوض وبرکات حاصل کئے اور پھر گاہے بگاہے حضور صدر العلما علیہ الرحمہ کے وصال سے ایک ہفتہ قبل تک راقم کو آپ سے فیض حاصل کرنے کا موقع میسر آتا رہا ہے فللہ الحمد۔

بریلی شریف اور خانوادہ رضویہ کے حوالہ سے امام العلما کی یہ ارادت مندی اور تعظیم واحترام کا یہ جذبہ فراواں دراصل مجدد دین

یادرفتگاں

* مضمون نگار دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی کے مفتی واستاذ ہیں۔

وملت اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ سے بے پناہ عقیدت ومحبت کا نتیجہ تھا، کیونکہ اگر انسان کو کسی کی ذات سے سچی وابستگی اور شیفتگی ہوگی تو اس سے تعلق رکھنے والی ہر شئے سے لگاؤ اور تعلق ہوگا دیارِ محبوب کی محبت میں درحقیقت محبت محبوب کی ہی جلوہ گری ہوتی ہے۔

امام العلما کو سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو عقیدت تھی اس سے پوری دنیائے سنیت واقف ہے آپ کی درسگاہ میں جانے والوں نے اپنے ماتھے کی نگاہوں سے بارہا مشاہدہ کیا ہے کہ آپ کی نشست گاہ کے اوپر سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اسم مبارک اور مزار پرانوار کے مختلف نقشوں کے طغرے لگے رہتے تھے اور آپ دوران درس ان کی طرف اشارہ کر کے فرط عقیدت میں بار بار فرماتے ''فقیر کے پاس کچھ نہیں ہے جو کچھ ہے سب وہاں سے آرہا ہے'' اور جب کبھی سفر پر نکلتے تو ان طغروں کو بوسہ دیتے، ان پر ہاتھ مس کر کے آنکھوں پر ملتے اور ''یا میرے اعلیٰ حضرت المدد'' کہہ کر استمداد کرتے۔

دوران درس سیدنا اعلیٰ حضرت کی علمی تحقیقات کا ذکر فرماتے آپ کے منطقی وفلسفی مصطلحات پر مشتمل اشعار کی شرح فرماتے اور آپ کی تصنیفات کا مطالعہ کرنے کی ترغیب دیتے، اوقات درس کے علاوہ کبھی کبھی فتاویٰ رضویہ کی عبارات پڑھ کر ان کی وضاحت فرماتے اور رسائل وتصنیفات کے معرض وجود میں آنے کا پس منظر وپیش منظر بتاتے اور پھر فرماتے ''ماشاء اللہ، ماشاء اللہ۔ ع

جس سمت آگئے ہو سکے بٹھادئے ہیں

ایک بار فرمایا کہ جب میں جامعہ اسلامیہ روناہی میں درس وتدریس کی خدمت پر مامور ہوا تو یہاں سے عرس رضوی کے موقع پر بریلی شریف جانے کے لئے لوگوں میں کوئی خاص جذبہ نہیں دیکھا پھر میں نے اس نہج سے جدوجہد کا آغاز کیا حضرت علامہ محمد نعمان خان قادری علیہ الرحمہ صدر المدرسین جامعہ اسلامیہ روناہی سے گزارش کی کہ عرس رضوی کے موقع پر بریلی شریف بس لے چلیں تاکہ طلبہ اساتذہ اور آبادی کے لوگ زیادہ سے زیادہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے فیوض وبرکات سے بہرہ مند ہوں حضرت صدر المدرسین علیہ الرحمہ نے میری گزارش کو شرف قبول بخشا طلبہ میں اعلان کیا اساتذہ کو تیار کیا اور آبادی کے لوگوں میں جذبہ پیدا ہوا اور پھر جب تک آپ روناہی جلوہ فرما رہے عرس رضوی کے موقع پر بس ریزرو کر کے مسلسل بریلی شریف لے جاتے رہے جس کا بہترین ثمرہ آج ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔

راقم اپنی معلومات کی حد تک کہہ سکتا ہے کہ اگر جامعہ کے قدیم فارغین کی کثیر تعداد قطب ربانی شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا خاں قادری برکاتی نوری قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت ہے اور موجودہ وقت میں اکثر فضلائے جامعہ وارث علوم اعلیٰ حضرت سیدی تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری علیہ الرحمہ سے بیعت وارادت رکھتے ہیں اور خود جامعہ اسلامیہ روناہی آج ہند وبیرون ہند مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر واشاعت کا ایک عظیم قلعہ سمجھا جاتا ہے تو بلاشبہ یہ سب جملہ اساتذۂ جامعہ کی بے لوث خدمات اور حضرت صدر المدرسین علیہ الرحمۃ والرضوان کی سعی پیہم کی برکتیں ہیں مگر حضور امام العلما کی جگر کاوی انتھک کوشش اور شبانہ روز مساعی جمیلہ کی اولیت وفوقیت سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

حضور امام العلما کے معمولات میں یہ امر بھی شامل تھا کہ جمعرات کو بعد نماز عشا نعت خوانی کی محفل منعقد فرماتے اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' سے نعت خوانوں کو نعت پڑھنے کا حکم دیتے مستقل نعت خوانوں میں برادر محترم مولانا فروغ القادری گیاوی حال مقیم لندن اور مکرمی حافظ وقاری مولانا بیت اللہ صاحب صدر المدرسین الجامعۃ الغوثیہ عربک کالج اترولہ بلرام پور ہوتے کبھی کبھی یہ فقیر اور اس کے برادر خواجہ تاش مولانا محمد اشتیاق القادری کنتوری صاحب بھی موقع پا جاتے۔

نعت خوانی کے وقت امام العلما پر جو کیفیت طاری ہوتی وہ درحقیقت عشق مصطفی اور محبت رضا کی آئینہ دار ہوتی آنکھیں بند اور اشکبار رہتیں اور پورا وجود جلوۂ محبوب میں بقیہ ص ۱۱ر پر

سراج ملت تاحیات مسلک کا علم بلند کرتے رہے

سراجِ ملت کا پہلا ۳؍روزہ عرس سید بادشاہ میاں کی دعا پر اختتام پذیر

(پریس ریلیز) ممبئی: دنیائے سنیت کی عظیم علمی، روحانی اور عبقری شخصیت خلیفہ حضور مفتی اعظم حضور سراجِ ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ سید سراج اظہر رضوی نوری نور اللہ مرقدہٗ (پھول گلی) کے پہلے عرس پاک کی ۳؍روزہ تقریبات بخیر وعافیت اختتام پذیر ہوئیں اور ہر تقریب شایانِ شان رہی، انجمن برکات رضا اور دار العلوم فیضانِ مفتی اعظم کے زیر اہتمام پہلا عرس حضور سراجِ ملت' تزک واحتشام کے ساتھ منایا گیا، ملک کے کونے کونے سے زائرین نے شرکت کی، مہمان علما مشائخ کے علاوہ کثیر تعداد میں مقامی اور بیرونی علما بھی شریک رہے، اس موقع پر فارغین کی جانب سے حضور سراجِ ملت کی مختصر حیات خدمات پر مشتمل شائع شدہ کتابچہ ''ضیائے سراجِ ملت''[تالیف جانشین سراج ملت سید محمد ہاشمی رضوی] کا رسم اجرا بھی عمل میں آیا پہلے اور دوسرے دن کی کامیاب تقاریب کے بعد تیسرے دن صبح ۶؍بجکر ۴۵؍منٹ پر آستانہ عالیہ حضور سراجِ ملت پر قل شریف اور چادر پوشی سے عرس کا آغاز ہوا بعدہٗ قرآن خوانی اور نعت ومنقبت کی محفل کا اہتمام ہوا جس میں طلبائے دار العلوم فیضانِ مفتی اعظم کے علاوہ مولانا ذکی اللہ رضوی (واشی) مولانا عبد الباری (اندھیری) وغیرہ نے کلام پیش کئے اور اس موقع پر قاضی شریعت مفتی اشرف رضا قادری، حضرت مولانا سید عبد الجلیل رضوی (عبد السلام مسجد) مفتی عبد الصمد رضوی ودیگر علما کا بیان بھی ہوا، جس میں انہوں نے حضور سراجِ ملت علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات کو اجاگر کیا، عرسِ سراج ملت کا آخری اور اہم اجلاس ۲۸؍کو بعد نماز مغرب منعقد ہوا اور رات ایک بجے کے قریب اختتام پذیر ہوا، اس اجلاس میں شہزادہ فاتح بلگرام حضرت ڈاکٹر سید محمد بادشاہ حسین واسطی قادری مدظلہ العالی (خانقاہ واسطیہ صغرویہ بلگرام شریف، یوپی) نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ والوں کو کوئی ڈر خوف نہیں ہوتا، اس لئے کہ وہ ہر لحظہ خشیت الٰہی میں ہوتے ہیں، آپ نے کہا کہ سراجِ ملت بقیہ ص ۶؍پر

امام العلماء علیہ الرحمہ کا عرس چہلم شریف

۲۴؍جمادی الاولیٰ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۰؍جنوری ۲۰۲۰ء بروز دوشنبہ بڑے ہی تزک واحتشام کے ساتھ ملک کی عظیم دینی درس گاہ الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی ضلع فیض آباد کے حسین صحن میں امام العلماء جامع معقولات ومنقولات حضور سیدی علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی علیہ الرحمہ (سابق شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی شریف ورکن فیصل بورڈ شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف) کے پہلے عرس چہلم کا انعقاد کیا گیا، بعد نماز فجر مختلف مساجد میں قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا جس میں طلبائے جامعہ کے علاوہ قصبہ رونا ہی کے افراد اہل سنت نے کثیر تعداد میں شرکت کی، مغرب سے پہلے حضور امام العلماء علیہ الرحمہ کی مزار پر انوار پر پہنچ کر محقق عصر حضرت علامہ مولانا محمد بخش اللہ قادری صاحب قبلہ صدر المدرسین جامعہ اسلامیہ رونا ہی شریف کی دعا پر تمام ہوا، بعد نماز مغرب ۶؍بج کر ۲۰؍منٹ پر قل شریف کے پروگرام کا افتتاح تلاوت کلام ربانی سے کیا گیا اور چند نعت ومنقبت کے بعد ۷؍بج کر ۱۵؍منٹ پر قل شریف کیا گیا جس میں عالم اسلام کی معروف ترین شخصیت مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں خان اعظمی صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی نے دعا فرمائی، بعد نماز عشا پروگرام کا افتتاح ہوا جس میں حضور امام العلماء علیہ الرحمہ کے تلامذہ و معتقدین کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔

حضرت مولانا محمد تبریز عالم قادری جامعی رام پوری، حضرت علامہ مفتی ابو طالب صاحب سلطان پوری، حضرت مولانا کمال اختر صاحب قبلہ، حضرت مولانا مفتی محمد مسیح الدین حشمتی اور حضرت مفتی اختر حسین علیمی صاحبان جیسے علمائے کرام نے حضور امام العلماء علیہ الرحمہ کے فضائل وکمالات پر اپنے مشاہدات کی روشنی ڈالی، مفکر اسلام علامہ محمد قمر الزماں خاں صاحب قبلہ اعظمی (سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی) نے فرمایا: میں نے دنیا کی بہت ساری درسگاہوں کا تعلیمی جائزہ لیا، اس سلسلے میں مصر، شام، عراق اور ترکی وغیرہ کا سفر کیا مگر جو انداز تدریس میں نے علامہ بقیہ ص ۱۸؍پر

خیر و خبر

منظومات

فکر پانی، پانی پانی روشنائی ہوگئی

(از: ڈاکٹر وصی مکرانی واجدی، ملنگوا، نیپال

جس کی تیرے در کے درباں تک رسائی ہوگئی
اس کا طالب رب اکبر کی خدائی ہوگئی

مذہب اسلام کی پرچم کشائی ہو گئی
شرک و بدعت کی زمانے سے ویدائی ہوگئی

سید کونین کو جب گود میں لے کر چلی
ملکۂ سلطاں سے بڑھ کر ایک دائی ہوگئی

ہو سکا نہ حق ادا توصیف کا خامہ تھکا
فکر پانی ، پانی پانی روشنائی ہوگئی

نعت ہے میرا وظیفہ، نعت میری بندگی
نعت کے صدقے مری قسمت طلائی ہوگئی

لاؤ گے تم وہ کہاں سے جذبۂ عشق رضا
نعت کے اسلوب سے تو آشنائی ہوگئی

حسن کی خیرات سے روشن ہوئی یہ کائنات
مصطفی کے حسن کی جب رونمائی ہوگئی

جنبش لب نے کیا جب آپ کا ذکر جمیل
اضطراب غم سے اس دل کی رہائی ہوگئی

میرے آقا کو پسند آجائے میری شاعری
پھر میں سمجھوں گا وصولی پائی پائی ہوگئی

عشق کا جذبہ جگا ایمان کامل ہوگیا
جب رضا کے آستاں سے آشنائی ہوگئی

عشق کا لنگر بریلی کا ہوا جس کو نصیب
گمرہی سے قلب کی اس کی صفائی ہوگئی

بقیہ ص ۲۳ پر

ہم ہیں بھارت کے بھارت ہمارا

(از: مولانا سید اولاد رسول قدسی، نیویارک امریکہ

ہے گواہ اس کا ہر ذرہ ذرہ ہم ہیں بھارت کے بھارت ہمارا
اس کا ہر خطہ کہتا رہے گا ہم ہیں بھارت کے بھارت ہمارا

تم تعصب کا عینک اتارو، تم حقیقت کے سائے میں آؤ
اسکی رگ رگ میں ہے خوں ہمارا ہم ہیں بھارت کے بھارت ہمارا

جان نثار وطن ہم رہے ہیں، اس کی خاطر مظالم سہے ہیں
اسکے سینے پہ اب بھی ہیں کندہ ہم ہیں بھارت کے بھارت ہمارا

تم سے جمہوریت ہے شکستہ، ناپنا ہے تمہیں اپنا رستہ
ہم سے پھیلا وفا کا اُجالا، ہم ہیں بھارت کے بھارت ہمارا

یہ بزرگوں نے ہم کو سکھایا، غدر سے دور تا زیست رہنا
ہم سے روشن عمل کا ہے سہرا، ہم ہیں بھارت کے بھارت ہمارا

ہے ہمارے یہ مذہب کی تعلیم، ہم کو الفت وطن کی ہے تسلیم
جاں سے بھی ہے زیادہ یہ پیارا، ہم ہیں بھارت کے بھارت ہمارا

سی اے اے ظالمانہ ہے قانون، اہل ہند اس میں ہوں گے نہ مامون
احتجاج اپنا جاری رہے گا، ہم ہیں بھارت کے بھارت ہمارا

اب نہ چل پائے گی دشمنوں کی، شامت آنے لگی سازشوں کی
خون اہل وفا رنگ لایا، ہم ہیں بھارت کے بھارت ہمارا

سر وطن کا نہیں جھکنے دیں گے، راہ حق سے نہیں ہم ہٹیں گے
جان دے کر نبھائیں گے وعدہ، ہم ہیں بھارت کے بھارت ہمارا

ہم محب وطن تھے رہیں گے، مات اعدا کو دیتے رہیں گے
ہند کا اونچا رکھیں گے جھنڈا، ہم ہیں بھارت کے بھارت ہمارا

قدسی عبد الحمید اور عثماں، ہوگئے جو بصد شوق قرباں
ان کے لب پہ ہر دم تھا نعرہ، ہم ہیں بھارت کے بھارت ہمارا

سروری جس پہ کرے ناز وہ سرور صدیق

(از: حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ

بہتری جس پر کرے فخر وہ بہتر صدیق
سروری جس پہ کرے ناز وہ سرور صدیق

چمنستانِ نبوت کی بہارِ اوّل
گلشن دیں کے بنے پہلے گل تر صدیق

بقیہ ص ۱۰ پر

نادان جفاؤں کا ضرر بھول گئے تھے

(از: مولانا سلمان رضا فریدی، مسقط، عمان

مظلوم کی آہوں کا اثر بھول گئے تھے
کم ظرف محبت کی ڈگر بھول گئے تھے

جو قتل ہوئے ہیں وہ محبت کے تھے قاتل
نادان، جفاؤں کا ضرر بھول گئے تھے

بقیہ ص ۳۶ پر

CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA

MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)

Imam Ahmad Raza Trust

82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)

امام احمد رضا ٹرسٹ

۸۲/سوداگران رضا نگر بریلی شریف یوپی (الہند)

E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org

Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869

State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597

HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 50200004721350
IFSC Code : HDFC0000304

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2020-2022

MARCH - 2020
PAGES 60 WITH COVER

PER COPY : ₹25.00
PER YEAR : 300.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

بظل روحانی

وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت عکسِ حجۃ الاسلام ثانی
مفتیٔ اعظم نوردیدۂ مفسرِ اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خان قادری ازہری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی

نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشینِ تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خان قادری نوری بریلوی مدظلہ العالی

شرعی کونسل آف انڈیا
کا
سترہواں فقہی سیمینار

مورخہ: ۱۳/ ۱۴/ ۱۵/ مارچ ۲۰۲۰ء

مقام: جامعۃ الرضا بریلی شریف

موضوعات

(۱) لائسنس یا سرٹیفکٹ کرائے پر دینے کا شرعی حکم۔

(۲) حدودِ حرم میں بار بار آنے جانے والے آفاقیوں کیلئے احرام کا شرعی حکم۔

(۳) عورت کی بچہ دانی نکالنے یا تبدیل کرنے کا شرعی حکم۔

مذکورہ عنوانات پر ملک و ملت کے نامور مفتیان کرام اپنے مقالات پیش فرمائیں گے۔